قوم مہدویہ کا ترجمان

نورِ ولایت

NOOR-E-VILAYAT

جون 2025 June (جلد 46) شمارہ (6) زرِ سالانہ (300) روپے

مقصود علی خان
مدیر
Cell No. 09885237858,

ابوالفیض سید احمد عابد
شریک مدیر
Cell No. 9849593661

☆	اداریہ		5
☆	ارشاد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ	جناب اجمل یحییٰ زئی صاحب	7
☆	فرمان مہدی موعود علیہ السلام	جناب اجمل یحییٰ زئی صاحب	11
☆	رویائے خلیلؒ	افضل العلماء حضرت سید نجم الدین صاحبؒ	13
☆	عید قرباں۔ حقیقی پیغام	ڈاکٹر محمد فضل اللہ صاحب	19
☆	قربانی کا سبق زندگی کے ہر موڑ پر!	جناب محمد عمر صاحب	23
☆	عنوان حقوق العباد	ڈاکٹر سید احمد سلمان منوری صاحب	25
☆	حضرت عمرؓ کا دور اور مساوات	جناب احمد نور صاحب	31
☆	بہ شان حضرت عمر فاروقؓ	جناب سید حسین بخاری صاحب سعیدؔ	35
☆	یاد پھر آنے لگا ہے سانحہ عثمانؓ کا	ڈاکٹر سید شاہ مرتضیٰ علی صاحب	37
☆	دعوتِ غور وفکر	حضرت سید محمود یداللّٰہی صاحب	38
☆	شرک گناہِ کبیرہ ہے	جناب سید اسمٰعیل ذبیح اللہ صاحب ذبیحؔ	43
☆	قابلِ قدر کاوشیں	مدیر	47
☆	قومی خبری		49

Printer, Publisher & Editor Maqsood Ali Khan printed on behalf of Tanzeem-e-Mahdavia and Printed at Daira Electrical Press S. No. 22-8-143, Raheem Complex, Chatta Bazar, Hyderabad -02, Telangana and published from H.No. 16-8-806, New Malakpet, Hyderabad-500024, Telangana. RNI No. 32268/79, www.tanzeem-e-mehdavia.com, mail:abulfaiz2@yahoo.com

کمپیوٹر ٹائپ سیٹنگ: سید عیسیٰ نظامی، SAN کمپیوٹر سنٹر، چنچل گوڑہ، سل نمبر 9849166596

ارشاد نبی اکرم ﷺ :

نویں ذی الحجہ کا روزہ دو سال کے روزوں کے برابر اور عاشورہ کا روزہ
ایک سال کے روزہ کے برابر ہے

Shah

شاہ سوٹنگس اینڈ شرٹنگس

SHAH SUITING & SHIRTING

Spl. Ready made Suit & Sherwani

Whole sale & Retail

S. No. LG/8, Nabi Khana Complex,
Patel Market, Hyd -2
Phone 8008093583 Cell No. 9391013304 , 9951437152

مردانہ لباس کا بے مثال کلکشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

آج ہنسی زیادہ ہے اور نہ کم ہے۔ ہمارے بزرگ ہنستے کم تھے اور راتوں میں رویا کرتے تھے۔ جس سے ان کا نفس پاک و مطہر ہو جاتا تھا اور عبادت کی حلاوت پاتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ کی سیرت کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو علم ہوتا ہے، آپ ﷺ ہمیشہ غمگین رہتے تھے اُمت کے لئے۔ خوش کم ہوتے اور ہنستے کبھی نہیں تھے۔ آج ہماری زندگی بالکل اس کے خلاف ہوگئی ہے۔ ہم ہنسنے اور ہنسانے میں اتنے مصروف ہو گئے ہیں کہ موت کو بالکل بھول گئے ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ ارشاد فرماتے ہیں تعجب ہے جو موت کو حق جانتا ہے پھر ہنستا ہے اور آپؓ فرماتے ہیں دنیا کے اندر ہنسنا عجیب تر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان غنیؓ کو کثیر دولت سے نوازا تھا۔ کیفیت یہ تھی اس مال و دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں۔ زندگی میں خوشحالی ہے لیکن ہنستے نہیں تھے۔ دنیا میں ہنسنا انہیں عجیب دکھتا تھا۔ ہمارا یہ حال ہے کہ ہنسے بغیر ایک ساعت بھی گزرتی نہیں۔

حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں ہنسنے سے عمر کم ہوتی ہے، رعب جاتا ہے اور موت سے غفلت کا نشان ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں زیادہ ہنسنا وقار کو کم کرتا ہے۔ ہنسی ہمیں نیکی نہیں دلا رہی ہے بلکہ عمر کو کم کر رہی ہے۔ ہمارے وقار کو کم کر رہی ہے۔ سب سے بڑھ کر موت سے غافل کر رہی ہے۔ ہمارے کردار کی گراوٹ یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہم کسی کی مصیبت پر ہنستے ہیں جو انسانیت کے خلاف ہے۔ میتوں میں یہ بھی دیکھا گیا کہ دوست ملے ہنسی مذاق شروع ہو گیا۔ نیز اقوام متحدہ کا اجلاس دکھائی دیتا ہے، کئی ایک موضاع پر گفتگو شروع ہو جاتی ہے۔ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ میت میں شریک ہیں۔

مہدوی کو ہمیشہ خوفِ خدا رہتا ہے، وہ ہنستا کم ہے۔ ہم نے بزرگوں کو دیکھا ہے وہ ہنسی کے وقت بھی اپنے دانتوں کی سفیدی نہیں دکھاتے، رومال رکھ لیا کرتے تھے۔ وہ راتوں میں اللہ کو یاد کر کے گریہ وزاری کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو وہ آنکھیں پیاری ہیں جو رات کو رویا کرتی ہیں۔ دوزخ کی آگ ان پر حرام ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس لہو و لعاب کی دنیا میں جہاں چوطرف عیش و عشرت کا سامان ہے اس میں مگن نہ ہو جائیں۔ اس سے عُزلت اختیار کرتے ہوئے بہت روئیں اور مت ہنسیں۔ برائی ہنستی ہوئی آتی ہے اور نیکی روتے ہوئے آتی ہے۔ جہاں تک دستیاب ہے وہیں پہنچ کر حاصل کریں۔ اپنا محاسبہ کرتے رہیں کہ زندگی خیر کے کاموں میں گزر رہی ہے یا شر کے کاموں میں۔ عبادت کا ذوق و شوق پیدا کریں۔ ولایت کا فیض پانے کے لئے رات کا کچھ حصہ عبادت میں گزاریں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں کہ زندگی ہنسنے ہنسانے میں نہ گزرے بلکہ نیکی حاصل کرنے اور عبادت میں گزرے (آمین)

ارشاد نبی اکرم ﷺ: جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو پھیلاتا ہے، اس دن سے زیادہ کسی دن میں بھی لوگ آگ سے آزاد نہیں ہوتے ہیں۔

شادی بیاہ و دیگر تقاریب کے لئے بے مثال ساریز

نورین ساریز اینڈ سوٹس

NSS
Nooreen
Sarees & Suits

Shop No. 6 & 7, Nabi Khana Complex, Patel Market, Hyd -2
Phone (S) 66809962 (R) 24572542
Cell No. 9346888829 9989210481

شادی بیاہ و دیگر تقاریب کے لئے بے مثال ساریز

زرین ساریز

Zareen Sarees
WHOLESALE

Specialist in:
Embroidery, Culcutta Zardosi & All Fancy Work
S. No. 21-1-633/4 to 6, Beside God Gift
Market, Rikab Gunj, Hyderabad -2
Prop. Md. Dilawar

جناب اجمل یحییٰ زئی صاحب

ارشاد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

''جنت''

ماؤں کے قدموں تلے ہے

خدا کے بعد انسان پر سب سے زیادہ حق ماں باپ کا ہے۔اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کیونکہ ہمارے وجود کا واحد سبب والدین ہی ہیں۔انہیں کی پرورش ونگرانی میں پلتے، پڑھتے اور شعور کو پہونچتے ہیں۔سورہ انعام میں ارشاد ہوا ہے۔'' و بالوالدین احساناً والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔یہاں نیک سلوک سے مراد تعظیم، اطاعت، خدمت وغیرہ۔قرآن کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ والدین کے حق کو قرآن میں تقریباً ہر جگہ توحید کے حکم کے بعد بیان فرمایا گیا ہے۔جس سے صاف ظاہر ہوتا ہیکہ خدا کے بعد بندوں کے حقوق میں سب سے مقدم حق انسان پر اس کے والدین کا۔فقہانے ماں کا حق باپ سے زیادہ فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی ﷺ سے کسی نے دریافت کیا کہ میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ محقق کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا تیری ماں۔اس نے پھر پوچھا کون ارشاد فرمایا تیری ماں چوتھی مرتبہ پوچھنے پر فرمایا تیرا باپ۔حدیث شریف ہے علقمہ ہمیشہ ماں کے مقابلے بیوی کی پشت پناہی کرتے۔بیوی کو ترجیح دیتے تھے جس کا ماں کو بہت دکھ ہوتا تھا۔ماں کے سامنے علقمہ کا نام آتے ہی کوسنا شروع کر دیتی تھی۔یوں ہی دن گذرتے گئے۔علقمہ کی موت کا دن آ گیا۔سکرات شروع ہوگئی، لیکن دم نہیں نکلتا۔حضور اکرام کے پاس کچھ لوگ آئے اور عرض کئے یارسول اللہ علقمہ کا دم نہیں نکلتا، سکرات کے عالم میں ہے۔آنخضرت کو بذریعہ وحی معلوم ہو رہا تھا فوراً حکم ہوا ماں کو بلاؤ۔ماں نے فرمایا اس سے مجھے کوئی واسطہ نہیں اور ہرگز نہیں بخشونگی۔رسول خدا نے حالات کی نزاکت کو دیکھ کر فرمائے اچھا جب دم نہیں نکلتا ہے تو آگ جلاؤ اور اس میں علقمہ کو ڈال دو۔یہ سنکر ماں تڑپ اٹھی اور کہا علقمہ میرا ہے۔اس کے ساتھ ہی اس کی روح پرواز کر جاتی ہے۔غور کی بات ہے اگر ماں نہ ہوتی تو کیا ہوتا؟ رسول خدا نے اس

واقعہ کے ساتھ ہی مقام ماں کیا ہے بتلایا ہے۔ اسلام میں ماں کا بہت مقام ومرتبہ ہے جب ہی ارشاد نبی اکرم ہے ''جنت ماوں کے قدموں تلے ہے۔

ماں کے منھ سے جو بھی دُعا نکلتی ہے تیر کی طرح عرش اعلیٰ پر جاتی ہے اور مقبول ہوتی ہے۔ والدین کی بددعا عرش کو ہلا دیتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں اپنی اولاد کو بددعا نہ دیں کیونکہ ممکن ہو وہ گھڑی قبولیت کی ہو اور بددعا قبول ہو جائے۔ والدین کی دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے۔ تاریخ اسلام میں کئی ایسے واقعات بھرے پڑے ہیں کہ ماں کی دعاؤں سے اور خدمت کرنے سے کیا کیا انعامات ملے ہیں۔ یہاں تک کہ ولایت بھی ملی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جس نے ماں باپ کی طرف تیز نگاہ کر کے دیکھا وہ فرمانبردار نہیں۔ بخاری شریف میں بھی ماں باپ کے ستانے کو گناہ کبیرہ کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ چار بڑے گناہ کا ذکر کیا اور سرفہرست والدہ کی نافرمانی کو قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے خدا نے والدہ کی نافرمانی تم پر حرام کردی ہے۔ آج کے اس پرآشوب دور میں والدین اولین ترجیح اولاد کی تعلیم وتربیت پر دیں۔ یہ تعلیمات اسلامی ہیں۔ ماں باپ کا عطیہ اس سے بہتر اور کچھ نہیں ہے کہ وہ اولاد کی بہترین تربیت کرے۔ اولاد کی تربیت والدین کے لئے بہترین نعمت ہے۔ نیک اولاد والدین کے لئے سکون اور اطمینان کا باعث ہوتی ہے۔ جن کی اولاد نیک نہیں ہوتی وہ ہروقت غمگین و پریشان حال ہوتے ہیں۔

ہم لوگوں کو چاہئے کہ ماں باپ سے ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملیں بات چیت کے درمیان نرمی عاجزی اور دلجوئی کا خیال رکھیں اور ماؤں کے پاوں تلے جنت ہے اس کو حاصل کریں۔ خدا ہم سب کو والدین کی رحمت رسانی وران کے اعزاز واکرام کی توفیق مرحمت فرمائے (آمین)

انشاءاللہ تعالیٰ

ماہ ستمبر 2025ء کا شمارہ میلادالنبی ﷺ اور ماہ نومبر 2025ء کا شمارہ میلاد مہدی موعودؑ نمبر ہوگا۔ علمائے کرام اور اہل قلم حضرات سے ان خصوصی نمبروں کے لئے اپنے مضامین روانہ کرنے کی اپیل کی جاتی ہے۔ (ادارہ)

ارشاد نبی اکرم ﷺ: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، صلوٰۃ قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے صوم رکھنا، بیت اللہ کا حج کرنا

Pure Silk Sarees, Salwar, Suits, Antique Ghagra, Khada Dupatta, Wark Sarees and Sharara

دولت

Daulat®
WEDDING SUITS & SAREES

S. No. 21-1-1126, Pathergatti, Hyd
Ph. (S) 24578186 - 24525303

فیشن کی دنیا ہو کہ شادی بیاہ ہر تقریب کے لئے دیدہ زیب ساڑیاں، کھڑا ڈوپٹہ، گھاگرا، چولی اور ہمہ اقسام کی رنگین دل کو چھو لینے والی ساڑیاں

Fully Aircondittion Showroom

من پسند، جدید انداز اور رفتار زمانہ کے لحاظ سے دلکش سوٹس، ساریز و دیگر بے مثال خصوصی اسٹاک کا منفرد شوروم

Prop: Haji Abdul Kareem

حج ایک عاشقانہ عبادت اور لاکھوں سعادتوں کا مجموعہ ہے۔ حج کے ذریعہ ہم براہِ راست اسلام کے مقدس ترین مقامات کو دل اور آنکھوں میں بسا لیتے ہیں

آپ کی پسند کے مطابق، بچوں اور بڑوں کی شخصیت کے لئے
دیدہ زیب اور بہ وقار ملبوسات کا ذخیرہ

PAKEEZA AANCHAL
پاکیزہ آنچل
Womens, Girls & Kids Wear

روبرو پلر نمبر 30، مہدی پٹنم   Pillar No. 30, Mian Road, Mehdipatnam
Phone 040-23518186 ,   Cell 9949426506

دیدہ زیب، آنکھوں کو چکا چوند کر دینے والا لیٹسٹ اسٹاک آ چکا ہے
کھڑا دوپٹہ، گھاگرا، شرارہ، پیور سلک ساریز، ورک ساریز، انارکلی،
ریڈیمیڈ سوٹس، ڈریس میٹریل اور **Artificial Jewellery**

شادی بیاہ و دیگر تقاریب کے لئے دلہنوں،
دوشیزاؤں، معزز خواتین اور بچوں کے لئے

لڑکے اور لڑکیوں کے لئے
باباسوٹس، فراک، جینس پینٹ شرٹ، شرٹ شلوار، گھاگرا، کرتا پائجامہ، شیروانی

جدید اور فیشن ایبل کلکشن

Fixed Rate Shoppe

A Unit of **Daulat Wedding Suits and Sarees**
(Pathergatty) Hyd.

جناب اجمل یحییٰ زئی صاحب

فرمان مہدی موعودؑ

لوگ چاند کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں افسوس کیوں نہیں کرتے کہ عمر ضائع ہوئی۔موت نزدیک آئی، اپنے گناہوں کی معافی کیوں نہیں مانگتے

آج کے اس لادینی ماحول میں خلیفۃ اللہ حضرت مہدیؑ کا یہ ارشاد عام طور پر بھٹکتی ہوئی انسانیت کے لئے اور خاص طور پر غلامان مہدی موعودؑ کے لئے جو پندرہویں صدی ہجری کے ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں نہ صرف ایک سبق، درس وہدایت ہے بلکہ اندھیرے میں روشنی کی کرن ہے جس کی مدد سے صحیح راہ کو پاسکتے ہیں اور آخرت کی زندگی کو کامیاب کرسکتے ہیں۔اس فرمان عالیشان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امامنا علیہ السلام کو اپنے ماننے والوں سے کتنی محبت وعقیدت ہے۔ ہماری رہبری کے لئے آخرت کی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے حضرت علیہ السلام نے کائنات کی ہر ایک شئے سے ہدایت دی ہے

یہ ایک حقیقت ہے جس کا ہم سب مشاہدہ کرتے آرہے ہیں کہ سال ،مہینہ کی طرح، مہینہ، ہفتہ کی طرح اور ہفتہ دن کی طرح اور دن گھنٹوں کی طرح گذر رہے ہیں۔اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ایک طرف ہم اپنی عمر کی اس طوفانی دوڑ سے دن بدن غافل ہوتے جارہے ہیں اور دوسری طرف دنیا کی آسائیشوں کو پانے میں اتنے منہمک ہوگئے ہیں کہ ہمیں اس کی بھی خبر نہیں ہے کہ عمر کی کونسی حد کو پہونچ گئے ہیں اور ہمارے ساتھ عمل کا کس قسم کا توشہ ہے۔آیا وہ آخرت کی کامیاب وکامران زندگی کی ضمانت بھی دے سکتا ہے یا نہیں؟ اس پر ہم بھولے سے بھی غور کرنے تیار نہیں ہیں۔آخرت کی زندگی کی طرف غور کرنے کے بجائے ہم دُنیاوی زندگی کی طرف بہت زیادہ توجہ دیتے آرہے ہیں۔آج ہر بندۂ خدا مادی آرائشوں کی فکر میں مبتلا ہے جبکہ ہمیں نفس کی اصلاح کی فکر کرنا ہے۔ہمیں یہ فکر ہونا چاہیئے کہ کس طرح سے اللہ تعالیٰ کو پائیں۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے موت سے بڑھ کر کوئی حقیقی چیز نہیں اور غوث اعظمؒ کا ارشاد ہے موت کو یاد رکھنا نفس کی تمام بیماریوں کی دوا ہے۔ان ارشادات سے علم ہوا کہ موت کو نہ بھولیں اور موت کی تمنا نہ کریں۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اگر وہ گناہ گار ہوگا تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے گا۔اور اگر نیک ہوگا تو مزید نیک اعمال

کرے گا۔ہم خدا کے بندے ہیں، بندوں کا کام ہی ہے کہ خدا کے حضور گڑ گڑا کر اپنے گناہوں کی معافی چاہیں کیونکہ وہ غفور الرحیم ہے۔حدیث قدسی ہے ''اے آدم کی اولاد بیشک تو جب تک مجھ سے دعا مانگتا رہے گا اور مغفرت کی امید رکھے گا میں تجھ کو معاف کرتا رہونگا۔کتنے ہی گناہ کیوں نہ ہو اور پرواہ نہ کرونگا۔اے آدم کی اولاد اگر تیرے گناہ (زمین سے) آسمان کی بلندی تک بھی پہنچ جائیں اور پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے گا میں تیرے گناہ بخش دونگا''اور حضرت محمدﷺ کا ارشاد ہے گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مانند ہے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے اس فرمان مبارک کا مطلب یہی ہے کہ لوگو چاند کو دیکھ کر خوش مت ہو جاؤ بلکہ افسوس کرو کہ اس زمین پر زندگی کا ایک ماہ تم سے گذر گیا اور تم نے اس ماہ میں خدائے تعالیٰ سے گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی نہیں چاہی اور تم دن بدن موت سے قریب ہوتے جارہے ہو۔اس زمین پر جتنی بھی سانس ملے اس کو غنیمت جانو اور اپنی عمر کو فضول کاموں میں ضائع مت کرو۔کیا معلوم کہ کب موت کا فرشتہ آئے اور دنیا سے رشتہ توڑ دے۔ جہاں حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے ایک ایک سانس کی حفاظت کا حکم دیا ہے تو پھر غلامان مہدی موعودؑ کس طرح اپنی عمر ضائع کر سکتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ دائروں کی زندگی میں ہی نہیں بلکہ جب تربیت کی جاتی تھی اُس وقت یہ ہدایت دی جاتی تھی کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو اور جو سانس ذکر اللہ سے خالی ہو اس کو دنیا تصور کیا جاتا تھا۔جب سانس ذکر اللہ سے خالی نہیں ہوتی تو ان پاکان خدا سے گناہ سرزد ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔مہدوی دراصل نام ہے ہر لمحہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کرنے والے کا،مہدوی نام ہے ہر آنے جانے والی سانس کی حفاظت کرنے والے کا۔

سورج،چاند،آسمان،زمین،تارے،رات و دن،گرمی سردی و بارش یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ان میں ہر بشر کے لئے ہدایت ہے۔سورج کا نکلنا پھر غروب ہونا چاند کا افق پر نمودار ہونا پھر غائب ہونا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ زندگی کا ایک ایک دن حیات سے کم ہوتا جارہا ہے اور ہم موت سے قریب ہوتے جارہے ہیں۔لہذا ہر حال و ماحول میں موت جو یقینی ہے اس کو یاد کرتے رہو اور رب سے گناہوں کی معافی چاہتے رہو کیونکہ وہ غفور الرحیم ہے۔اس کی رحمت کا دریا نہایت وسیع ہے۔اس فرمان سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ سالگرہ کی خوشیاں منانا کیا معنی رکھتا ہے۔

افضل العلماء حضرت سید نجم الدین صاحب علیہ الرحمہ

رویائے خلیلؑ

قربانی کا دستور یا ذبیحہ کا رواج دنیا میں اس وقت سے جاری ہے جب سے کہ بنی آدم نے دنیا میں اپنا راج شروع کیا ہے۔ چنانچہ ہابیل وقابیل کا قصہ جو قرآن شریف میں مذکور ہے کہ ان دونوں نے خدا کی جناب میں اپنی اپنی قربانی پیش کی تھی جس میں سے ایک کی مقبول اور دوسرے کی نامقبول ہوئی۔ ہمارے اس دعویٰ کا بین ثبوت ہے لیکن یہ وہ قربانی ہے جس کے لئے سال میں کوئی مہینہ اور مہینہ میں کوئی دن مقرر ومعین نہیں تھا۔ شریعت محمدیہ میں قربانی کے لئے ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی خصوصیت اور اس تاریخ کی بناء واصلیت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا وہ ''رویا' یا خواب'' ہے جس کی بناء پر آپ نے اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیلؑ کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کر ڈالنا چاہا تھا۔ لہذا ہم اس وقت حضرت ابراہیمؑ کے اسی خواب اور مالہ وما علیہ سے بحث کریں گے۔

اس سے قبل کہ ہم رویائے خلیل کی نسبت کچھ عرض کریں ناظرین کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی کے مثل یا وحی کے منجملہ ہوتے ہیں اور خدائے تعالیٰ نے ان کے خوابوں کو سچا کر دکھایا ہے اور اس سے صرف ان دلائل و براہین کو تقویت دینی مقصود ہے۔ جو انبیاء کرام کی حقیقت وصداقت کے موید یا ان کے برسرحق ہونے کے مثبت ہیں کیونکہ انسان کی دو ہی حالتیں ہیں ایک حالتِ بیداری اور دوسری حالت خواب۔ جب ان دونوں حالتوں میں صدف پایا جائے تو تب ہی انبیاء کی صداقت کی تکمیل اور ان کی حقانیت کی غایت اور انتہا ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر خواب کی تعبیر اور اس کے حکم ایک ہی نہیں ہوتا بلکہ حسب مدارج ومراتب رائی' خواب کی تین قسمیں ہوسکتی ہیں ایک وہ جس کی تعبیر میں بعینہ وہی خواب واقع ہو مثلاً رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے قبل ایک خواب دیکھا تھا کہ آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے ہیں۔ چنانچہ بعد میں مکہ معظّمہ فتح ہوا۔ اور آنحضرت ﷺ اسی طرح مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔ اسی واقعہ کی طرف خدائے تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے۔

'' **لقدصدق الله رسوله الرویاء بالحق لقد خلن المسجد الحرام انشاء الله**''۔

یعنی ''بیشک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا ہے انشاء اللہ تم (مسلمان) مسجد الحرام میں داخل ہوں گے''

دوسرا وہ خواب ہے جس کی تعبیر میں تاویل وتوجیہہ کرنی پڑی جیسے یوسف علیہ السلام نے یہ خواب

دیکھا کہ آپ کو گیارہ ستارے سورج اور چاند نے سجدہ کیا ہے۔ یہاں ستاروں سے آپ کے گیارہ بھائی' سورج سے والد امجد اور چاند سے والدۂ محترمہ مراد ہیں۔ تیسری وہ قسم ہے جس کی تعبیر برعکس ظہور میں آئی مثلاً ابراہیم علیہ السلام کا یہی خواب کہ آپ نے فرزند کو ذبح کرتے دیکھا۔ مگر آگے معلوم ہوگا کہ بجائے فرزند کے دنبہ ذبح کیا گیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تھی **رب ھب لی من الصالحین**۔ باری تعالیٰ مجھے ایک صالح لڑکا عطا فرما۔ چنانچہ یہ دعا مستجاب ہوئی اور آپ کی حسب خواہش ایک فرزند حلیم کی پیدائش کی بشارت دی گئی۔ کچھ عرصہ بعد بی بی ہاجرہ کے بطن سے ایک لڑکا تولد ہوا۔ ابراہیمؑ نے اپنے بڑھاپے کی کمائی کا نام اسماعیلؑ رکھا اور کاتب تقدیر نے تو قدرت کا یہ فتویٰ ازل ہی میں لوح محفوظ پر ثبت کر دیا تھا کہ خاتم النبیین ﷺ اسی نسل سے ہوگا۔ غرض جب اسماعیلؑ چلنے پھرنے لگے اور اس قابل ہوئے کہ گھر کے کام وکاج اور اشغال وحوائج میں والدین کا ہاتھ بٹا سکیں تو ابراہیمؑ نے وہ خواب دیکھا جس کی وجہ سے آپ کو **امتثالاً لا امر اللہ** اپنے اس لخت جگر کو ذبح کرنے نیز اکلوتے اور عزیز بیٹے کی فانی محبت کو خدائے تعالیٰ کی دائمی اور ابدی محبت پر قربان کرنے کی ضرورت داعی ہوئی۔

امام فخر الدین رازیؒ نے بیان کیا ہے یہ امر بھی تحقیق طلب ہے کہ آیا ابراہیمؑ نے خواب میں فرزند کو ذبح کرتے دیکھا یا کوئی اشارہ وکنایہ پایا گیا جو اس فعل پر دلالت کرتا ہو۔ مفسرین نے تصریح کی ہے کہ ابراہیمؑ سے خواب میں یہ کہا گیا کہ'' **ان اللہ یامر ان بذبح ابنک ھذا**'' خدا آپ کو حکم دیتا ہے کہ اس لڑکے کو ذبح کیجئے پہلی مرتبہ آپ اسی فکر وتردد میں رہے کہ یہ الہام رحمانی ہے یا وسوسہ شیطانی۔ لیکن جب متواتر تین روز یہی معاملہ پیش آتا رہا تو آپ کو یقین ہوگیا کہ ہو نہ ہو یہ حکم منجانب اللہ ہے۔ اسی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیمؑ نے خواب میں وہ چیز دیکھی جو ذبح فرزند پر دلالت کرتی تھی۔ لیکن آیت قرآنی سے اس کی تائید نہیں۔ خدائے تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ سے مخاطب ہوکر یہ بیان کیا کہ میں نے خواب میں تم کو ذبح کرتے دیکھا ہے۔ واللہ اعلم

ذی الحجہ کا مہینہ دسویں تاریخ اور صبح کا وقت ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک چھری اور رسی لئے ہوئے مقام منیٰ کی طرف جو مکہ معظّمہ سے قریب ایک چھوٹی سی گھاٹی ہے تشریف لے جارہے ہیں حضرت اسماعیلؑ بھی باپ کے ایماء سے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں بچے تو تھے ہی ایسی عمر کیا تھی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد تھک گئے اور پوچھنے لگے کہ ابا جان کہاں چلو گے؟ باپ نے کہا بیٹا اس سامنے کی گھاٹی سے کچھ

لکڑیاں کاٹ لائیں گے یہ سن کر اسماعیلؑ خاموش ہو گئے اور باپ کے ساتھ ہو لئے۔

اس کے بعد وہ حیرت انگیز واقعہ یا عبرت خیز مکالمہ نظروں کے سامنے آتا ہے جس کو ہر مفسر اور مورخ برابر پابندی سے لکھتا چلا آ رہا ہے کہ ابلیس لعین جو ایسے موقعہ کی تاک جھانک میں ہی رہا کرتا ہے ایک مقدس صورت میں بی بی ہاجرہ کے پاس آیا اور کہا کہ تم یہاں بیٹھی کیا کر رہی ہو کچھ اس کی بھی خبر ہے کہ ابراہیمؑ تمہارے بیٹے اسماعیلؑ کو کہاں لے گئے ہیں؟ ہاجرہ نے کہا وہ دونوں لکڑیاں لانے ابھی ابھی اس گھاٹی تک گئے ہیں۔ ابلیس نے کہا ایسا نہیں ہے بلکہ ابراہیم تو تمہارے بیٹے کو وہاں ذبح کریں گے' ہاجرہ نے کہا بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے وہ تو اسماعیلؑ سے بہت محبت رکھتے ہیں۔ کہیں باپ بھی بیٹے کو عمداً قتل کرتا ہے۔

کدامے پدر این چنین کار کرد؟

اس نے کہا ابراہیمؑ تو کہتے ہیں خدا کا اسی طرح حکم ہوا ہے ہاجرہ نے فرمایا جب خدا کا حکم ہے تو بیشک ابراہیمؑ کو اس کے حکم کی اتباع کرنی چاہئے۔ میں تو اس معاملہ میں دم بھی نہیں مار سکتی۔ اگر ابراہیمؑ چاہیں تو اپنے بیٹے کے بعد یہاں آکر مجھے بھی خدا کی راہ میں قربان کر دیں۔ بی بی ہاجرہ کی اس عالی ہمتی سے وہ مایوس ہو کر اسماعیلؑ کو راستہ میں جا ملایا۔ اور کہا صاحبزادہ کہاں جاؤ گے؟ اسماعیلؑ نے کہا ہم ابا جان کے ہمراہ لکڑیاں لانے کو جاتے ہیں۔ اس نے کہا تم کو غلط باور کرایا گیا؟ تمہارے ابا جان تو تمہیں ذبح کرنے لے جارہے ہیں۔ اسماعیلؑ نے کہا یہ کیوں۔ ابلیس نے کہا ان کا بیان ہے کہ خدا کا یہی حکم ہے۔ اسماعیلؑ نے کہا اگر خدا کا حکم ہے تو مجھے کیا عذر ہوسکتا ہے۔ انہیں ایسا ہی کرنا چاہئے میں ہر طرح حاضر ہوں۔ یہاں سے بھی ناامیدی ہوئی تو ابراہیم علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا کہ حضرت کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا ذرا اس گھاٹی تک! کچھ ضرورت ہے ابلیس نے کہا'' کیا یہ صحیح ہے کہ رات میں شیطان نے آپ کو صاحبزادہ کے ذبح کا حکم دیا ہے؟ کیا آپ واقعی اس معصوم کو ذبح کریں گے؟ اور کیا آپ بالکل اس کام پر آمادہ ہیں؟ اگر حاصل یہی ہے تو اس وسوسۂ شیطانی کو دل سے دور فرما دیجئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس کو پہچان لیا اور کہا کہ خدا کے دشمن پرے ہٹ۔ خدا نے جو کچھ حکم دیا ہے میں اس کی ضرور تعمیل کروں گا۔

ناظرین! یہ وہ کٹھن وقت ہے کہ ایسے موقعہ پر بڑے بڑے باخدا بزرگوں کے قدم کو بھی لغزش ہوئی ہے اور دامن صبر بھی ہاتھ سے چھوٹتا نظر آیا ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ آپ کی خدا ترس بیوی بی بی ہاجرہ اور آپ کے کم عمر فرزند اسماعیلؑ کی ثابت قدمی سے ہماری آنکھوں نے وہ منظر دیکھا جس سے زیادہ خدا کے حکم کی اتباع اور اس کی فرمانبرداری کی مثال زمانہ قیامت تک پیش نہیں کرسکتا۔ حضرت ابراہیمؑ کا تو پوچھنا

ہی کیا ہے۔آپ خدائے جلیل کے خلیل۔اُس کے منتخب اور برگزیدہ بندے اور اولوالعزم پیغمبر ہیں۔آپ خدا کے راہ میں جتنی بھی ثابت قدمی' عزم بالجزم' استقلال اور مشکلات ومصائب میں جس قدر بھی صبر وشکیب سے کام لیں وہ آپ کا شیوہ ہے۔ چنداں قابل تعجب نہیں۔تعجب ہے اس ماں پر جس نے خدا کی راہ میں بیٹے کو قربان کرنے کے لئے اور تعجب پر تعجب اس کم سن بھولے بھالے بچے پر جس نے خدا کی راہ میں قربان ہونے کے لئے ایسی ثابت قدمی سے کام لیا جو ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کا حصہ تھا۔

غرض جب دونوں باپ بیٹے منزل مقصود پر پہنچ چکے تو حضرت ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ سے مخاطب ہوکر فرمایا'' پیارے بیٹے میں نے تم کو خواب میں ذبح کرتے دیکھا ہے کہو تمہاری کیا رائے ہے۔(پارہ ۳ رکوع ۱) کیا تم اپنی پیاری اور ننھی جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنے تیار ہو؟ اسماعیلؑ نے جواب دیا ابا جان آپ کو جو کچھ حکم دیا گیا ہے بے تامل اس کی تعمیل کیجئے انشاءاللہ آپ مجھے بھی ہر طرح صابر پائیں گے'' چنانچہ حضرت ابراہیم نے امتثالا لامر اللہ محبت پدری نہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ فطرت انسانی کے خلاف اپنے قرۃ العین کو خدا کی جناب میں نذر دینے اور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ اسماعیلؑ نے عرض کیا اس طرح ذبح نہ فرمایئے بلکہ پہلے میرے اعضاء رسی سے اچھی طرح باندھ دیجئے شاید تکلیف سے مضطرب ہوکر ہاتھ پیر مارنے لگوں اور آپ کو رحم آجائے۔آپ اپنے کپڑے علیحدہ رکھ دیجئے ایسا نہ ہو کہ خون کے دھبے دیکھ کر اماں غمگین ہوں اور میری قربانی کا اجر وثواب کم ہوجائے۔

اگر خونم بریزی غم ندارم زاں همی ترسم

که ناگه دامن پاکت شود از خونم آلوده

چھری کو اچھی طرح تیز کرلیجئے اور حلق پر جلد از جلد پھیریئے۔اماں جان کو میرا آخری سلام فرمایئے اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری یہ قمیص اُنہیں پہنچا دیجئے کہ وہ اس سے تسلی وتسکین حاصل کرتی رہیں۔ابراہیمؑ نے بیٹے کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھا اور فرمایا'' جانِ پدر تم خدا کی مرضی ومشیت کو پورا کرنے میں میرے خوب معین ومددگار رہو' غرض ابراہیمؑ نے بیٹے کی ایک ایک وصیت پر عمل کیا۔اسی طرح قبلہ رخ لٹایا' رسیوں سے باندھا اور نہایت تیزی کے ساتھ اسماعیلؑ کے حلق پر چھری پھیرنی شروع کی۔مگر خدا کی شان کچھ بھی اثر نہ ہوا۔اثناء ذبح میں چھری کو دو تین بار تیز بھی کیا۔مگر پھر بھی ناکامی ہوئی۔اس خیال سے کہ بیٹے کی صورت دیکھ کر ہاتھ کام نہ کرتا ہوگا' منہ کے بل لٹایا لیکن یہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہوئی۔ اِدھر ملائکہ نے گڑگڑا کر خدا کی جناب میں التجا کی کہ بارخدایا اس بوڑھے باپ پر رحم کر اور اس معصوم بچے کا

فدیہ عطا فرما۔ وہاں تو صرف آزمائش وامتحان مقصود تھا۔ جبرئیلؑ کو حکم مل گیا۔ حکم کی دیر تھی کہ وہ ایک دنبہ لئے ہوئے نکلے۔ دیکھا ابراہیمؑ ذبح کرنے کی کوشش کر رہے تھے تو وہیں سے آواز دینی شروع کی۔ **اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر**۔ ابراہیم نے یہ آواز سنی تو ہاتھ روک لیا اور اوپر دیکھا کہ جبرئیلؑ دنبہ لئے ہوئے آرہے ہیں تو آپ نے کہا **لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر**۔ اسماعیلؑ نے باپ اور جبرئیلؑ کی آواز سنی اور معلوم ہوا کہ اپنے فدیہ میں دنبہ ذبح کرنے کا حکم ہوا ہے تو آپ نے بھی فرمایا **اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد** چنانچہ اس واقعہ ذبح کو خدائے تعالیٰ پارہ ۲۳ رکوع ۳ میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

''جب دونوں باپ بیٹے تعمیل حکم پر آمادہ ہوئے اور باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے ماتھے کے بل پچھاڑا تو (ہم کو ان کی فرمانبرداری نہایت پسند آئی) ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم (بس بس) تم نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ نیک بندوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک یہ ایک کھلی ہوئی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو اسماعیل کا فدیہ دیا'' چنانچہ یہی قربانی جو دراصل ذبح ولد کا عوض ہے ابراہیمؑ سے لے کر رسول اللہ ﷺ کے زمانہ تک مسلسل جاری رہی اور اسی کو اضحیہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی سنت جاریہ پر عمل کرنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے اور جب آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا **ھی سنت ابیکم ابراھیم** (یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے)

الغرض اس تکلیف مالا یطاق سے ابراہیمؑ کی آزمائش مقصود تھی کہ وہ اپنے عزیز اور ہونہار بیٹے کی محبت پر خدا کی محبت اور اس کے حکم کو کہاں تک ترجیح دیتے ہیں کیونکہ فطرت انسانی کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ آدمی کو اولاد سب سے زیادہ محبوب ومرغوب ہوتی ہے اور وہ اولاد کی معمولی سی ایذا اور خفیف سی تکلیف کو بھی فطرتاً برداشت نہیں کر سکتا چہ جائیکہ اس کو خود ہاتھ سے ذبح کرے۔ جب ابراہیمؑ اس امتحان میں ٹھیک ٹھیک پورے اترے تو خدائے تعالیٰ کا بھی اصل مقصد پورا ہو گیا کیوں کہ اس سے زیادہ حکم کی تعمیل اور کیا ہو سکتی تھی کہ ایک بوڑھا باپ اپنے ننھے معصوم بچہ کو جس کی عمر ابھی سات سال یا بروایتے تیرہ سال سے زیادہ نہیں ہے خدا کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے ذبح کرنے کی تیاری کرتا ہے۔ اور اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ ''عبدِ خلیل کے دل میں رب جلیل کی محبت کے سوا کسی اور کی محبت جاگزیں نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اس ننھی سی جان کو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کلیجہ کا ٹکڑا بڑھاپے کا سہارا' تنہائی میں یار غار رنج وغم کا غمگسار' المختصر اس معصوم بچہ کو بھی جو ساری عمر کی کمائی ہے خدا کی محبت پر قربان کرنے اور اس کے نام پر بھینٹ چڑھانے تک دریغ نہیں کرتا۔ ○○○

دل، ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ آئینہ کی طرح صاف اور شفاف اور روشن ہو جاتا ہے۔ اگر گناہوں کی گندگی کی وجہ سے اس میں گدلا پن اور سیاہی پیدا ہو جاتی ہے، اس کو دور کرنے اور پھر سے روشن کرنے کے لئے حضرت محمد ﷺ نے دو تدبیریں بتائیں ہیں ایک یہ کہ موت کو کثرت سے یاد کیا جائے، دوسرے یہ کہ تلاوت قرآن کا اہتمام کیا جائے

دیدہ زیب، بہترین ڈیزائن کے سوٹس و ساریز ہمہ کلر میں

A house of Dyed & Fancy Sarees

ثناء فیبرکس

Sana Fabrics ™

Whole Sale Saree Dealer

ہول سیل ساڑیوں کا مرکز

S. No. 21-1-637/16 to 19, Ist & 2nd Floor,
God Gift Market, Rikabgunj, Hyderabad

Ph. No. 040-24414189
e-mail:sanafabrics@gmail.com

ڈاکٹر محمد فضل اللہ صاحب

عید قرباں۔ حقیقی پیغام

عید قرباں اللہ تعالیٰ کے عظیم المرتبت اور جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اوران کے عظیم فرزند سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے مثالی جذبہ اطاعت، تسلیم ورضا، عزیمت واستقامت، جاں نثاری وفداکاری کی علامت، وہ عظیم اور تاریخ ساز قربانی کی یادگار رہے جوانہوں نے پیش کی۔ یہ وہ قربانی ہے جس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کی تائید وتصدیق خود اللہ عزوجل نے اپنے ارشاد وَ فَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ (اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ بنادیا) کے ذریعہ فرمائی۔ اس عظیم قربانی نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے بے مثال جذبہ اطاعت، جرأت واستقامت اور عظمت وجلالت پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ اسلام کے لفظی معنی اپنے آپ کو سپرد کردینا اور اطاعت و بندگی کے لئے گردن جھکادینا ہے، یہی وہ حقیقت ہے جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے اس ایثار اور قربانی سے ظاہر ہوتی ہے۔

قرآن کریم نے وَ فَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ (الصافات:۱۰۷) ہم نے اسماعیلؑ کا فدیہ ایک عظیم قربانی بنادیا، ارشاد فرما کر اس قربانی کی عظمت اور قبولیت کا اعلان کیا، اسے عبادت اور قربِ الٰہی کا ذریعہ قرار دیا۔ (الصافات:۱۰۸) خاتم الانبیاء سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کی امت میں بھی اس عظیم جذبے اور حضرت ابراہیم کی سنت کو عبادت کا درجہ عطا کیا گیا۔ چنانچہ صحابی رسول حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بعض صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان قربانیوں کی حقیقت اور تاریخ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا **سنة ابیکم ابراهیم** (یہ تمہارے (روحانی اور نسلی) مورث حضرت ابراہیم کی سنت ہے) صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان قربانیوں میں ہمارے لئے کیا اجر ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا **بکل شعرة حسنة** (قربانی کے ہر جانور کے بال کے عوض ایک نیکی ہے)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو (یعنی عیدالاضحیٰ کے دن) فرزند آدم کا کوئی عمل اللہ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ زندہ ہو کر آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ پس اے خدا کے بندوں! دل کی پوری رضا اور خوشی سے قربانی کیا کرو۔

قربانی کا جذبہ ایک عالمگیر حیثیت کا حامل ہے۔ دنیا میں کوئی بھی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی ہے جب تک اس میں ایثار اور قربانی کا جذبہ موجزن نہ ہو۔ قربانی صرف جانور کے ذبح کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد انسان کا اپنے آپ کو مکمل طور پر اپنے رب کریم کے حکم کے لئے قربان کرنا ہے۔ یہ قربانی صرف مال کی قربانی نہیں ہے یا اس کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ جانور ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت کھایا اور کھلایا جائے بلکہ اس کا حقیقی مقصد نفسانی خواہشات کی، غلط جذبات کی اور برے خیالات و ارادوں کی قربانی ہے، یہ قربانی دراصل ایک مشق اور تمرین ہے، اس عظیم قربانی کی جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اللہ کی رضا کی خاطر اس کی راہ میں پیش کیا تھا۔ ہم سے بھی آج وہی جذبہ اور وہی ایثار و قربانی مطلوب ہے۔ یہ قربانی بندے اور اللہ کے درمیان ایک عہد و پیمان ہے کہ حکم خداوندی کی تعمیل میں اگر ہمیں اپنا سب سے قیمتی سرمایہ قربان کرنا پڑے اور اللہ کا نام لینے کی وجہ سے زندگی اور مال و اولاد کا تحفہ دینا پڑے تو اس سے بھی گریز نہیں کریں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی اللہ کی راہ میں ہجرت، دین پر استقامت اور عظیم قربانیوں سے عبارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم کا یہ جذبۂ ایمانی اس قدر پسند آیا کہ اسے ایمان کا حقیقی معیار قرار دیا، یہی ایمانی جذبہ ہر دور کا ایمانی معیار اور ہر عہد کی کسوٹی ہے۔ دین کی دعوت عقیدہ توحید کی عظمت اور بت شکنی کی پاداش میں آپ کو بادشاہِ وقت نمرود نے آگ میں ڈال دیا لیکن آپ استقامت کے ساتھ دین کی عظمت اور عقیدۂ توحید کی سربلندی کے لئے پوری طرح حق پر ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان جاری ہوا ''ہم نے حکم دیا کہ اے آگ، سرد ہو جا اور ابراہیم پر (موجب) سلامتی بن جا'' (سورہ الانبیاء: 69)

قرآن پاک میں ایک موقع پر فرمایا گیا ’یاد کرو کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا، تو اس نے کہا: میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: اور کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟ اس نے جواب دیا میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے‘‘ (سورہ البقرہ:124)

یہ ایک تاریخی اور ابدی حقیقت ہے کہ مقربین بارگاہِ الٰہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ وہ نہیں ہوتا جو عام انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ انہیں امتحان اور آزمائش کی سخت سے سخت منزلوں سے گزرنا پڑتا اور قدم قدم پر جان نثاری اور تسلیم و رضا کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی چوں کہ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر اور نبی تھے اس لئے انہیں بھی مختلف امتحانات اور آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا، وہ اپنی جلالت قدر کے لحاظ سے ہر مرتبہ امتحان اور آزمائش میں کامل و مکمل ثابت ہوئے۔ جب انہیں نمرود کے حکم سے آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت جس صبر و رضا کا انہوں نے ثبوت دیا اور جس عزم و استقامت کو پیش کیا وہ ان ہی کا حصہ تھا، اس کے بعد جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو فاران کے بیابان میں چھوڑنے کا حکم ملا تو وہ بھی معمولی امتحان نہ تھا، آزمائش اور سخت آزمائش کا مرحلہ تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلسل تین رات یہی خواب دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابراہیم، تو ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کردے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر پیغمبر اور تسلیم و رضا کے پیکر تھے، لہٰذا وہ اطاعت و رضا کا پیکر بن کر تیار ہو گئے کہ اللہ کے حکم کی فوری تعمیل کریں، تاہم چونکہ یہ معاملہ ان کی اپنی ذات سے وابستہ نہ تھا، بلکہ اس امتحان اور آزمائش کا دوسرا جزو، وہ بیٹا تھا جس کی قربانی پیش کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ لہٰذا باپ نے اطاعت شعار اور فرمانبردار بیٹے کو اپنا خواب اور خدا کا حکم دونوں سنائے، حضرت اسماعیلؑ اولوالعزم، ثابت قدم و عزیمت واستقامت، تسلیم و رضا اور اطاعت ربانی کے پیکر، عظیم المرتبت اور جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کے فرزند تھے، لہٰذا فوراً انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور کہا کہ اگر خدا کی یہی مرضی ہے تو آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

آخر کو جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم (علیہ السلام) نے بیٹے کو ماتھے کے بل

گرا دیا اور ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزاء دیتے ہیں ۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی ۔ اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا اور اس کی تعریف و توصیف ہمیشہ کے لئے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی۔ سلام ہے ابراہیم (علیہ السلام) پر، ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزاء دیتے ہیں (سورہ الصافات: ۱۰۲۔۱۱۰)

قربانی درحقیقت اس عہد کی تجدید بھی ہے کہ ہمارا جینا اور مرنا اور درحقیقت پوری زندگی اللہ کے لئے ہے۔ ہماری زندگی کا مقصد اللہ کی بندگی ہے اور اس بندگی کے اظہار میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرنا ہی ہماری زندگی اور بندگی کا شیوہ ہے۔ ہم مسلمان اس لئے ہیں کہ ہماری پوری زندگی تسلیم و رضا سے عبارت ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کامل اطاعت تسلیم و رضا کا اظہار ہی درحقیقت ایمان کا تقاضا اور بندگی کی حقیقی علامت ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے ''نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ خون مگر اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی قربانی پوری انسانی تاریخ میں ایک منفرد اور بلند مقام رکھتی ہے، تاریخ کے اوراق اس عظیم قربانی کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ جب ہم جانوروں کی قربانیاں کریں تو اسی تصور کے ساتھ کریں اور ان ہی مقاصد کا حصول ہمارے پیش نظر رہے، جب ہم جانوروں کے گلوں پر چھری چلائیں تو اس تصور اور اس عزم کے ساتھ کہ فی الحقیقت ہم چھری چلا رہے ہیں: اپنی نفسانی خواہشات پر جو اللہ کے دین پر چلنے میں مانع بنتی رہتی ہیں، اس فدویت و جاں نثاری سے ہمیں ہماری ازواج کو اور ہماری اولاد کو روکتی ہیں جس کا اعلیٰ نمونہ حضرت ابراہیمؑ اور آپ کی نیک بیوی حضرت ہاجرہؑ اور نیک فرزند حضرت اسماعیل کی زندگیوں میں ہمیں ملتا ہے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ قربانی کی حقیقی روح کو سمجھتے ہوئے سنت ابراہیمی کی پیروی میں ہم اپنے اندر وہ جذبہ پیدا کریں کہ دین کی عظمت و سربلندی اسلام کی ترویج و اشاعت، اسلام کی بقا امت مسلمہ کے اتحاد و یگانگت، ملک کی سلامتی اور اسلامی اقدار کے تحفظ کے لئے ہم کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ دین کی عظمت اور سربلندی کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیں گے اور یہی درحقیقت عیدِ قرباں کا حقیقی پیغام اور سنت ابراہیمی قربانی کا حقیقی تقاضا ہے۔

جناب محمد عمر صاحب

قربانی کا سبق زندگی کے ہر موڑ پر!

سارے اسلامی تعلیمات کا خلاصہ اور پورے دین کا لب لباب یہ کہ انسان اپنے آپ کو خالق کے حکم کے سامنے بچھادے۔ اپنے جذبات و خواہشات کو خدا کی رضا جوئی کی چوکھٹ پر قربان کردے اور یہ جذبہ عقیدہ وایمان سے لے کر جان ومال اور اس سے بڑھ کر اولاد وعیال تک ہو جائے تو یہ بندگی کا کمال اور عبدیت کی معراج ہے، اسلامی تعلیمات بندے کو اپنے خالق کے ساتھ وفا شعاری عبدیت و بندگی خدا کی محبت میں علائق دنیا سے بے نیازی وخود سپردگی، شرک سے نفرت اور حق کی دعوت سکھاتی ہے۔ چنانچہ قربانی (جو کہ ایک اہم عبادت اور اسلامی شعار ہے) کا سبق بھی یہی ہے کہ تقربِ خداوندی کے حصول کی نیت سے حکم ربانی کے سامنے خواہشات نفسانی کو ملیامیٹ کر دیا جائے! مگر حیف صد حیف کہ اس جانب ہمارے ذہنوں کی رسائی تک نہیں ہوتی۔ حالانکہ اصل مقصود تو اللہ تعالیٰ کا خوف وخشیت دل میں جاگزیں ہو جانا اور ہر معاملے میں شریعت اسلامی کا تابع فرمان بن جانا ہے۔ یہ قربانی ہمیں اس جانب متوجہ کرتی ہے کہ جس طرح ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آقا کے حکم پر اپنے لاڈلے لخت جگر اور نور نظر کو قربان کرنے کا تہیہ کر کے اپنی واقعی بندگی کا ثبوت دیا، اسی طرح ہر انسان کو اپنی انا اور من مانی حکم ربی کے سامنے فنا کر دینی چاہیئے، بلاشبہ یہ انسانیت کی معراج ہے اور عبدیت کا سب سے اونچا مرتبہ ہے۔

قربانی کا مقصد: قربانی دراصل نفس کشی کا ذریعہ اور محبت الٰہی کا مظاہرہ ہے اور یہ سبق زندگی کے ہر موڑ پر آدمی کو تازہ رکھنا پڑتا ہے اور نفس کشی یعنی قربانی دینی پڑتی ہے۔ مثلاً کاروبار چھوڑ کر عبادات کے لئے وقت فارغ کرنا، معاشرتی اصلاح میں نامساعد حالات پر صبر کا دامن تھامے رکھنا وغیرہ۔

اسی طرح اجتماعی زندگی میں بھی قربانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ آج اقتدار پسندی، خودغرضی اور مفاد پرستی کا دور ہے، اسی وجہ سے دلوں میں بغض وعداوت، حسد اور کینہ کی بھرمار ہے۔ دوسرے کی ترقی آنکھوں میں کھٹکتی ہے اور ہر معاملے کو کاروباری انداز سے دیکھنے اور سوچنے کا رواج اور مزاج بن گیا ہے۔ ہر طبقے میں اور ہر سطح پر صرف اور صرف اپنے مفاد کے لئے لوگ تگ ودو کرتے نظر آتے ہیں۔

ایسے معاشرہ اور سماج میں ایثار کرنا اور اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دینا بڑے دل گردے کا کام ہے اور یہ وقت کی سب سے بڑی قربانی ہے، اس قربانی سے بڑے بڑے فتنے منٹوں میں دب جاتے ہیں اور سالوں کے رقابتیں لمحوں میں ختم ہوجاتی ہے اور اگر یہ جذبہ مفقود ہو تو دو سگے بھائیوں میں بھی اتحاد و اتفاق اور انس و محبت کی فضا باقی نہیں رہ پاتی۔غرض یہ کہ زندگی کے ہر موڑ پر ہمیں قربانی دینے کا سبق سیکھنا چاہیئے ۔یہی کامیابی کی کنجی اور فلاح کی ضمانت ہے۔صرف یہی نہیں بلکہ تاریخ کے صفحات بھی گواہی دیتے ہیں کہ قوموں کا عروج بھی ان قربانیوں ہی سے وابستہ ہے اور قربانی کا جذبہ سرد پڑ جانے پر بڑی سے بڑی قومیں بھی نیست و نابود ہوکر تاریخ کے نہاں خانوں میں چلی جاتی ہے،لہٰذا اپنے اندر ہمیشہ جذبہ قربانی بیدار رہنا چاہیئے۔

قربانی کی عبادت انجام دیتے وقت ہمارے سانے صرف جانور کا گوشت پوست نہ رہے بلکہ اس کے پس پشت جو آفاقی پیغام مضمر ہے اسے دھیان میں رکھ کر ہمیں اس عبادت کی سعادت سے بہرہ ور ہونا چاہیئے ،اسی آفاقی پیغام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبیﷺ نے فرمایا **لا یومن احد کم حتی یکون هواه بتعالماجنت به** (مشکوۃ شریف) شریعت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرکے نفسانی تقاضے کو دبا دینا ہی تو قربانی ہے،یہی تقویٰ کا مفہوم ہے،قربانی کا پیغام یہی ہے کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی عقل،اپنے علم،اپنی رشتہ داری کسی چیز کو بھی اللہ کے حکم کے مقابلے میں ترجیح نہیں دی، اسی طرح ہم کو بھی چاہیئے کہ جب خدا کا حکم آ پہنچے تو وہاں نے اپنی عقل کو ترجیح دیں نہ اپنے علم کو، نہ کسی اور کو اور بعض لوگ اللہ کے حکم کے مقابلے میں اپنی سمجھ و فہم پر بھروسہ کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی،یہ عقل کے خلاف ہے،اگر ان لوگوں کو اللہ سے محبت ہوتی تو ایسی بات ہرگز نہ کہتے اور نہ خدا کے حکم کو ٹھکراتے ،قربانی کا ایک درس یہ بھی ہے کہ ایثار و قربانی اور اخلاص و للّٰہیت کا مزاج پیدا ہوجائے ،اللہ تعالیٰ کے علاوہ کائنات کی ہر شیئ چاہے اولاد ہو یا عزیز مال یا جائیداد ہو یا منصب و اقتدار،ان سب پر خدا کی رضا اور خوشنودی کے لئے چھری چلا دی جائے ،ضرورت ہے کہ ہم قربانی کے اصل روح اور پیغام کو سمجھیں اور اس سے حاصل ہونے والے دروس و عبر سے نفع اٹھائے اور زندگی کے جس موڑ پر ہم سے جیسی قربانی مانگی اور چاہی جائیں ہم اس کے لئے ہمہ وقت اپنے آپ کو تیار رکھیں۔ اللہ پاک دین کا فہم اور توفیق عمل نصیب فرمائیں۔آمین۔

ڈاکٹر سید احمد سلمان منوری صاحب

عنوان حقوق العباد
ایک نظر انداز شدہ مگر فیصلہ کن ذمہ داری

اسلام دینِ فطرت ہے جو نہ صرف خالق ومخلوق کے تعلق کو منظم کرتا ہے بلکہ انسانوں کے آپس کے تعلقات، رویّوں اور معاملات کو بھی بڑی وضاحت اور سختی سے بیان کرتا ہے۔ ان معاملات کو اسلامی اصطلاح میں "حقوق العباد" کہا جاتا ہے۔ یہ وہ حقوق ہیں جو انسانوں پر ایک دوسرے کے لیے فرض کیے گئے ہیں، اور جن کی اہمیت دینِ اسلام میں اتنی زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے حساب میں کسی قسم کی نرمی نہیں فرمائے گا جب تک کہ متعلقہ بندہ خود معاف نہ کرے۔ اسلامی تعلیمات کا کمال یہ ہے کہ وہ انسان کو نہ صرف اللہ سے تعلق قائم کرنے کی دعوت دیتی ہیں بلکہ انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک، عدل، اور رحمت کے اصولوں پر ایک مضبوط معاشرہ قائم کرنے کی راہ بھی دکھاتی ہیں۔ ان تعلیمات کا دل "حقوق العباد" یعنی "بندوں کے حقوق" ہیں۔

اسلام یہ باور کراتا ہے کہ ایک کامیاب انسان صرف وہی نہیں جو نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دیگر عبادات انجام دے، بلکہ وہ بھی ہے جو دوسروں کے حقوق کو پہچانے، ادا کرے اور ان کی عزت کا محافظ بنے۔ اگر کوئی شخص حقوق اللہ میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ معاف فرما سکتا ہے، لیکن اگر وہ حقوق العباد میں کوتاہی کرے تو اس وقت تک معافی نہیں ملے گی جب تک متعلقہ بندہ خود معاف نہ کرے۔ افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے معاشرے میں عبادات پر تو زور دیا جاتا ہے، مگر معاملات اور اخلاقیات میں غفلت عام ہے۔ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، مگر دوسروں کا حق مارنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے۔ یہی روش ایک فرد کی نہیں، پوری قوم کی زوال کا سبب بنتی ہے۔

بندوں کے حقوق اور ذمہ داریاں: جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو نہ صرف انسان کے رب سے تعلق کو بیان کرتا ہے بلکہ انسانوں کے باہمی تعلقات کو بھی بڑی اہمیت دیتا ہے۔ ان ہی تعلقات کی بنیاد "حقوق العباد" یعنی بندوں کے حقوق پر ہے۔ اگرچہ "حقوق اللہ" یعنی اللہ کے حقوق عبادت، اطاعت اور ایمان سے متعلق ہیں، مگر "حقوق العباد" وہ حقوق ہیں جو انسانوں پر ایک دوسرے کے لیے فرض کیے گئے ہیں۔

حقوق العباد کی اقسام اور دائرہ کار: حقوق العباد کا دائرہ بہت وسیع ہے، جو صرف مالی یا معاشرتی حقوق

تک محدود نہیں، بلکہ اخلاقی ،نفسیاتی اور فکری پہلوؤں تک پھیلا ہوا ہے۔ذیل میں حقوق العباد سے متعلق چند اہم حقوق اور اس کے اقسام بیان کئے جارہے ہیں:شخصی و خاندانی حقوق، والدین کی اطاعت و خدمت، اولاد کی تربیت وضروریات کی فراہمی،شوہر اور بیوی کے باہمی حقوق، بھائی بہنوں، رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک، معاشرتی وسماجی حقوق، ہمسایوں کے حقوق (سلام، حال احوال، دکھ سکھ میں شریک ہونا)، یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کی مدد، بیماروں کی تیمارداری، معذور افراد کا خیال رکھنا، مالی و معاشی حقوق، مال و دولت میں مستحقین کا حصہ (زکوٰۃ وصدقات)، اخلاقی وجذباتی حقوق

کسی کا مال ناجائز طریقے سے نہ لینا، تجارت میں دیانت وسچائی کو برتنا، ملازمین کو وقت پر اجرت دینا اسی طرح غیبت، بہتان، اور جھوٹ سے اجتناب کرنا، لوگوں کی عزت، ساکھ اور شخصیت کا احترام کرنا، کسی کا دل نہ دکھانا، دوسروں کے جذبات کا خیال رکھنا وغیرہ بھی بہت ہی اہم حقوق ہیں جس کا خیال رکھنا اور جس کی کوتاہی سے بچنا ضروری ہے۔

قرآن وسنت کی روشنی میں حقوق العباد کی اہمیت: قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہﷺ میں حقوق العباد پر متعدد مقامات پر سخت تاکید کی گئی ہے فرمایا گیا ''ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم خالدًافيها" اور جو کوئی کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے، اس کی سزا جہنم ہے (النساء93)

اسی طرح نبی کریمﷺ نے فرمایا" مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں" (صحیح بخاری) اور سب سے بڑی بات (ترمذی) "حقوق اللہ کو اللہ چاہے تو معاف فرمادے، مگر حقوق العباد کا معاملہ بندے کی طرف لوٹایا جائے گا"۔

معاشرتی بے حسی اور اس کے نتائج: معاشرتی سطح پر جب حقوق العباد کو نظر انداز کیا جاتا ہے تو معاشرے میں ظلم، ناانصافی، اور استحصال بڑھتا ہے، امیر اور غریب کے درمیان خلیج پیدا ہوتی ہے، دلوں میں بغض و حسد جڑ پکڑتا ہے، باہمی اعتماد ختم ہوجاتا ہے، خاندان ٹوٹنے لگتے ہیں اور سوسائٹی عدم استحکام کا شکار ہوجاتی ہے، افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں اکثر لوگ عبادات کی ادائیگی کو ہی دینداری کا معیار سمجھتے ہیں، مگر اخلاقیات، معاملات، اور دوسرے انسانوں کے حقوق کی پرواہ نہیں کرتے۔

حقوق العباد میں کوتاہی اور اخروی انجام: قیامت کے دن ایک شخص بہت سی عبادات لیکر آئے گا، مگر اگر اس نے لوگوں کو ستایا ہو، ان پر ظلم کیا ہو، ان کی غیبت یا بہتان لگایا ہو، تو اس کی نیکیاں مظلوموں کو دیدی جائیں گی، اور اگر نیکیاں ختم ہوگئیں تو مظلوموں کے گناہ اس پر ڈالے جائیں گے اور وہ جہنم میں پھینک دیا جائیگا۔ یہی حدیث رسول

اللہ ﷺ سے بخاری و مسلم میں منقول ہے، جسے حدیثِ مفلس کہتے ہیں۔

اجتماعی و سماجی سطح پر حقوق: یہ وہ حقوق ہیں جو ایک فرد، ریاست، اور معاشرہ ایک دوسرے کے لیے ادا کرتے ہیں مثال کے طور پر کسی پر ظلم نہ ہو، انصاف ہر ایک کو میسر ہو۔ عدل و انصاف کا نظام قائم ہو، زکوۃ، صدقات اور خیرات کے ذریعے دولت کی منصفانہ تقسیم۔ معاشی مساوات ہر جگہ قائم ہو۔ ہر فرد کو علم، صحت، اور تربیت کے مواقع فراہم کرنا۔ معذوروں، یتیموں، بیواؤں، اور غریبوں کے لیے فلاحی نظام درست ہو۔ ہر فرد کو رائے دینے، اظہار کرنے، اور اپنی عزت سے جینے کا حق ہو، ہر شخص کی آزادی رائے اور عزت نفس کا خیال رکھا جائے۔

حقوق العباد ایک مثالی سوسائٹی کا خواب: اگر ہم دنیا میں امن، عدل، اور خوشحالی چاہتے ہیں تو اس کا واحد راستہ "حقوق العباد" کی ادائیگی ہے۔ ایک ایسی سوسائٹی جہاں ہر شخص دوسرے کے حق کا محافظ ہو، جہاں خودغرضی کی جگہ ایثار ہو، جہاں نفرت کی جگہ محبت ہو، وہی سوسائٹی جنت کا نمونہ بن سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا مدینہ کا معاشرہ اسی کی بہترین مثال ہے جہاں امیر و غریب میں کوئی فرق نہ تھا۔ جہاں ہر فرد کو تعلیم، تحفظ، انصاف اور عزت ملی۔ جہاں ریاست نے فلاحی نظام قائم کیا۔ جہاں آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔ (صحیح بخاری)

حقوق العباد ایک فلاحی معاشرے کی بنیاد: اسلام صرف عبادات کا مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانوں کے مابین تعلقات کو حسنِ سلوک، عدل و انصاف، رحم و کرم، اور اخوت و بھائی چارے پر قائم کرنا چاہتا ہے۔ ان تعلقات کی اصل بنیاد "حقوق العباد" یعنی بندوں کے حقوق ہیں۔ اسلام میں حقوق العباد کو وہ مقام حاصل ہے کہ قیامت کے دن ان کی معافی صرف اسی وقت ممکن ہوگی جب وہ شخص خود معاف کرے جس کا حق پامال کیا گیا ہو۔ یہ معاملہ اتنا حساس ہے کہ اللہ تعالیٰ خود بھی بندوں کے حقوق معاف نہیں کریگا جب تک متاثرہ بندہ معاف نہ کرے۔

حقوق العباد کو معمولی سمجھنے کا عمومی رویہ: ہمارے معاشرے کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ اکثر لوگ دین کو صرف نماز، روزہ، حج اور عمرہ تک محدود سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر عبادات انجام دیدی جائیں تو انسان کامیاب ہے، چاہے اس نے کسی کا دل توڑا ہو، مال دبایا ہو، یا کسی کو بے عزت کیا ہو۔ حالانکہ قرآن و حدیث میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ بندوں کے حقوق ادا کیے بغیر اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیابی ممکن نہیں۔ عبادات کا فائدہ تب ہی ہوگا جب وہ ہمیں اخلاقی طور پر بہتر بنائیں اور ہمارے معاملات میں بہتری لائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس

کے ذمہ کسی کا حق ہو، وہ اس سے آج ہی معافی مانگ لے، کیونکہ قیامت کے دن نہ دینار کام آئیگا، نہ درہم؛ اگر کوئی نیکیاں ہوں گی تو وہ لے لی جائیں گی اور اگر نیکیاں ختم ہو گئیں تو مظلوم کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے" (صحیح بخاری)۔ اس حقیقت کو اور اس نکتے کی حساسیت کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ کے حقوق مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ اگر کسی سبب سے چھوٹ جائیں تو اللہ کی رحمت سے امید کی جا سکتی ہے کہ وہ معاف فرما دے جیسے کسی کا مال، عزت، وقت، یا دل ہم نے ضائع کیے تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں فرمائے گا جب تک متعلقہ بندہ خود راضی نہ ہو یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بار بار عدل، احسان، صبر، اور حسنِ سلوک کی تلقین کی گئی ہے۔

عملی پہلو اور اصلاح کی ضرورت: ہمیں معاشرے میں ایک ذہن سازی کی مہم شروع کرنی ہوگی کہ صرف عبادات سے نجات ممکن نہیں، معاملات کی درستگی بھی ضروری ہے۔ معاف کرنا بھی نیکی ہے، اور معافی مانگنا بھی عظمت کی علامت ہے۔ ہر فرد کو یہ احساس ہو کہ میرے ہر عمل کا کسی پر اثر پڑتا ہے، اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ اسلامی معاشرے کو سنوارنے کے لیے ضروری ہے کہ تعلیم و تربیت میں حقوق العباد کو مرکزی موضوع بنایا جائے۔ مسلکی اختلافات سے بالاتر ہو کر اخلاقیات اور معاشرتی اصلاح پر زور دیا جائے۔ عبادت کے ساتھ معاملات کو بھی دین کا حصہ سمجھا جائے۔ معاشرتی اصلاح کی تحریکات اور خطبات میں حقوق العباد پر روشنی ڈالی جائے ہر فرد اپنے دائرے میں رہتے ہوئے خود سے آغاز کرے۔ حقوق العباد صرف چند فقہی مسائل نہیں بلکہ ایک مکمل اخلاقی، سماجی، اور روحانی نظام ہے جو کسی بھی معاشرے کو انصاف، امن، محبت، اور خوشحالی کی طرف لے جاتا ہے۔ جب تک ہر فرد اپنے حصے کے حقوق ادا نہیں کریگا، اس وقت تک عبادات بھی نجات کا ذریعہ نہیں بن سکیں گی۔ اسلام ہمیں ایک ایسا معاشرہ بنانے کی دعوت دیتا ہے جہاں ہر شخص دوسرے کے حق کا محافظ ہو ہر فرد خود احتسابی کرے۔ ہر ادارہ عدل، شفافیت، اور رحم کے اصولوں پر قائم ہو کہ یہی اصل دین ہے، یہی اسلام کا پیغام ہے۔

خلاصہ: حقوق العباد کو معمولی سمجھنا بہت بڑی غفلت ہے، اور اسی غفلت کے باعث ہمارے معاشرے میں نفرت، بداعتمادی، اور ناانصافی عام ہو چکی ہے۔ اگر ہم واقعی اسلامی معاشرے کا قیام چاہتے ہیں تو ہمیں نہ صرف اللہ سے تعلق مضبوط کرنا ہوگا بلکہ بندوں کے ساتھ تعلقات میں بھی پاکیزگی، انصاف، اور رحمت پیدا کرنی ہوگی۔ ہمیں یہ یاد رکھنا ہوگا کہ اللہ کے ہاں کامیابی کا راستہ صرف نماز اور روزے سے نہیں، بلکہ بندوں کے حقوق ادا کرنے سے بھی گزرتا ہے، کیوں کہ اسلامی معاشرہ تب ہی عدل و انصاف پر قائم رہ سکتا ہے جب ہر فرد دوسرے کے حقوق کو پہچانے اور اپنی ذمہ داریاں خوش دلی سے ادا کرے۔ اگر ہم سب حقوق العباد کو اہمیت دیں تو ایک پرامن، خوشحال اور بامقصد معاشرہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

ایمان کے ارکان (۱) اللہ پر ایمان لانا (۲) اس کے فرشتوں پر ایمان لانا
(۳) اس کی کتابوں پر ایمان لانا (۴) اس کے رسولوں پر ایمان لانا
(۵) یوم آخرت پر ایمان لانا (۶) اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانا

میناز اکسکلوزیو

Meenaz EXCLUSIVE

Wedding Suits & Sarees

21-1-1102, Pathergatti, Hyd-2
Cell 8897 3893 14 / 24501844
email: md.mustafababa@gmail.com
GST IN:36AIPPM4244FIZ4

Prop.: Mohd. Mustafa
9849151807

حج ایسی عبادت ہے جو سر کے بالوں سے لیکر پاؤں کے ناخنوں تک ایک مسلمان کو نور اور پاکی سے بھر دیتی ہے

مجتبیٰ فیبرکس

MUJTABA
FABRICS

A complete variety of
Matching Dress Material &
Fancy Dupattas

Shop No. 17,18, Jullu Khana, Mukarram
Jahi Market, Lad Bazar, Hyderabad (TS)

Cell No. 9000070293

Prop:
Mohd. Mujtaba Mehdi

جناب احمد نور صاحب

حضرت عمرؓ کا دور اور مساوات

ہم اور آپ جس ملک میں رہتے اور بستے ہیں وہ ماقبل تاریخ دور سے ہی انسانی عدم مساوات کا شکار ہے، یہاں انسانوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا گیا اور ان میں اعلیٰ اور گھٹیا کی درجہ بندی کی گئی۔ انسانوں کو مساوات کا درس دینے اور طبقاتی نظام کو ختم کرنے کے لئے کئی شخصیت اٹھیں۔ دور خلافت میں مساوات کی اتنی مثالیں تاریخ کے صفحات میں پائیں جو کہ حضرت عمرؓ کے حصہ میں آئیں، یہاں ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے سفر بیت المقدس کا مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے غلام کے ساتھ بیت المقدس کے سفر پر روانہ ہوئے، سواری ایک تھی اور سوار دو، حضرت عمرؓ نے یہ طے کیا کہ کچھ دور میں سوار رہوں گا اور تم سواری کی نکیل پکڑ کر چلنا اور کچھ دور تک تم سوار رہنا اور میں سواری کی نکیل پکڑ کر چلوں گا۔ یہ دونوں سفر کرتے ہوئے شہر قدس پہنچے، جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو سوار ہونے کی باری غلام کی تھی اور نکیل پکڑنے کی باری حضرت عمرؓ کی۔ غلام نے چاہا کہ حضرت عمرؓ سوار ہو جائیں اور وہ سواری کی نکیل پکڑ کر پیدل چلے، لیکن حضرت عمرؓ تیار نہیں ہوئے۔ اس سے بڑھ کر انسانی مساوات کی کیا مثال ہوسکتی ہے کہ اس وقت کی سپر پاور سلطنت کا حکمراں اپنے اور اپنے غلام کے درمیان کسی طرح کے امتیازی سلوک کو روا نہیں سمجھتا ہے، وہ غلام کو بھی سوار ہونے کا اتنا ہی حق دیتا ہے جتنا کہ خود کو دیتا ہے، وہ اس رویہ کو انسانی مساوات کے خلاف سمجھتا ہے کہ وہ تو سواری پر آرام سے بیٹھا رہے اور اس کا غلام نکیل پکڑ کر پیدل چلتا رہے۔

مصر کے فاتح اور گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ کے بیٹے کا واقعہ بھی بہت سبق آموز ہے، واقعہ یوں ہے کہ ایک مصری قبطی نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے بیٹے سے گھوڑ سواری میں مسابقہ کیا اور سبقت لے گیا، حضرت عمرو بن العاص کے لڑکے کو غصہ آیا اور اس نے اس قبطی کو کوڑے رسید کئے اور کہا کہ میں شریف زادہ ہوں، وہ قبطی گو مدینے سے کافی دور تھا لیکن اسے پتہ تھا کہ اسلام کے ذریعہ انسانی سماج میں ایک انقلاب آچکا ہے، اسلام کے زیر نگیں سماج میں اب نہ کوئی شریف زادہ ہے اور نہ کوئی ذلیل زادہ۔ اب

سارے انسان برابر ہیں۔ اسے علم تھا کہ اسلام سماجی انصاف اور انسانی مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔ اس لئے وہ انصاف کے لئے مصر سے مدینہ روانہ ہوا۔ مدینہ پہنچ کر اس نے حضرت عمرؓ کے سامنے پورا واقعہ سنایا، حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو خط لکھا کہ وہ اپنے بیٹے کے ساتھ مدینہ حاضر ہوں، جب وہ اپنے بیٹے کے ساتھ مدینہ آئے تو حضرت عمرؓ نے اس قبطی کو بلایا، اور کہا کہ یہ کوڑہ لو اور اسے مارو، چنانچہ وہ کوڑا لے کر مارنے لگا، وہ کوڑا مارتا جاتا اور حضرت عمرؓ اس سے کہتے جاتے کہ مارو شریف زادے کو، اسی موقع سے حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے یہ تاریخ ساز جملہ کہا تھا ''تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنالیا؟ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا ہے'' آج دنیا مساوات اور آزادی کے نام پر جہاں تک پہنچی ہے وہ اس جملے کی تفسیر کے سوا کچھ نہیں۔ انصاف اور مساوات کا یہ کیسا اعلیٰ نمونہ ہے کہ مملکت کے فاتح و حاکم کے بیٹے کو اس مملکت کے ایک عام شہری پر کسی طرح کی کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں ہے، قانون کی نظر میں دونوں برابر درجہ کے انسان ہیں۔

غسان کا عیسائی بادشاہ جبلہ بن ایہم غسانی مسلمان ہو کر مکہ آیا، کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ اس کی چادر کا ایک گوشہ کسی طواف کرنے والے شخص کے پاؤں کے نیچے آ گیا۔ جبلہ نے غصہ میں اس کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا، اس نے بھی پلٹ کر طمانچہ مارا، جبلہ غصہ میں آگ بگولہ ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا، اور آ کر اس آدمی کی شکایت کی، حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ تم کو تمہارے کئے کا بدلہ ملا ہے، اس کو بے حد تعجب ہوا، اس نے کہا کہ میں بادشاہ ہوں اور یہ ایک آدمی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسلام میں سب برابر ہیں، فضیلت کا معیار صرف اور صرف تقویٰ ہے۔ اس واقعہ سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک اسلام کے اصول مساوات کی کس درجہ اہمیت تھی۔ جبلہ نے عیسائیت دوبارہ قبول کر لی، مگر حضرت عمرؓ نے اس کی خاطر اسلام کے اصول مساوات سے سمجھوتہ کرنا روا نہ سمجھا۔

بصرہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری نے اپنے ایک فوجی کو کسی وجہ سے مال غنیمت کا پورا حصہ نہیں دیا، فوجی نے لینے سے انکار کر دیا، بات جب زیادہ بڑھی تو حضرت ابوموسیٰ اشعری نے اسے بیس کوڑے لگوائے اور اس کے بال منڈوا دیئے، اس نے اپنے وہ بال جمع کئے اور انہیں لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت جریر کہتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت عمرؓ کے بالکل پاس ہی بیٹھا ہوا تھا، اس آدمی نے آنے کے ساتھ ہی اپنے کٹے ہوئے بال حضرت عمرؓ کے سینے پر دے پھینکے، حضرت عمرؓ نے

پوچھا کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ اس نے پورا واقعہ سنایا، حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو خط لکھا کہ فلاں بن فلاں نے مجھ سے یہ یہ شکایت کی ہے، میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر تم نے اس کے ساتھ مجمع عام میں ایسا کیا ہے تو تم بھی مجمع عام میں بیٹھو اور اسے بدلہ لینے دو، اور اگر تم نے اکیلے میں اس کے ساتھ ایسا کیا ہے تو اکیلے میں اس کے سامنے بیٹھو اور اسے بدلہ لینے دو۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ معاف کردو، مگر اس نے کہا کہ میں کسی کے کہنے پر اسے نہیں چھوڑوں گا، جب اس نے وہ خط انہیں حوالہ کیا تو وہ قصاص کے لئے ایک جگہ بیٹھ گئے، اس آدمی نے سر آسمان کی طرف اٹھایا اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے کہا کہ میں نے تمہیں خدا کے لئے معاف کیا۔

حضرت احنف بن قیسؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور آ کر کہنے لگا کہ امیر المومنین میرے ساتھ چلئے اور میری مدد کیجئے۔ فلاں نے مجھ پر ظلم کیا ہے، حضرت عمرؓ نے کوڑا اٹھا کر اس کے سر پر ایک لگایا اور کہا کہ جب میں تم لوگوں کے لئے اپنے کو فارغ کرتا ہوں تب نہیں آتے اور جب حکومت کے کاموں میں مشغول ہوتا ہوں تو آتے ہو کہ مدد کر دیجئے۔ حضرت عمرؓ کو غصے میں دیکھ کر وہ آدمی لوٹ کر جانے لگا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس آدمی کو بلاؤ، وہ آدمی آیا تو حضرت عمرؓ نے اس کے سامنے کوڑا رکھ دیا اور کہا کہ بدلہ لے لو، اس نے کہا کہ نہیں، میں اللہ کی وجہ سے اور آپ کی وجہ سے آپ کو چھوڑتا ہوں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایسا مت کہو، اس نے کہا میں صرف اللہ کے لئے آپ کو چھوڑتا ہوں، یہ کہہ کر وہ آدمی چلا گیا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے گھر پر کچھ لوگ حاضر ہوئے، جن میں قریش کے سردار بھی تھے اور آزاد شدہ غلام بھی، سرداروں میں سہیل بن عمروؓ، ابوسفیان بن حربؓ اور حارث بن ہشامؓ تھے اور آزاد شدہ غلاموں میں حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت عمارؓ وغیرہ تھے۔ حضرت عمرؓ نے پہلے ان آزاد شدہ غلاموں کو اندر آنے کی اجازت دی، ابوسفیان نے جب یہ دیکھا تو کہا کہ میں نے آج جیسا دن کبھی نہیں دیکھا، غلاموں کو اندر آنے کی اجازت مل رہی ہے اور ہمارا کوئی خیال ہی نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کے اس واقعہ میں یہ پیغام ہے کہ غلاموں اور سرداروں کی تقسیم زمانہ جاہلیت کی باتیں تھیں، اب کسی سردار کو کسی غلام پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، فضیلت کا معیار انسان کا کردار اور تقویٰ ہے۔

..............................بقیہ صفحہ نمبر 48 پر..............................

ملت ابراہیمی کی اصل بنیاد قربانی تھی اور یہی قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیغمبرانہ اور روحانی زندگی کی اصل خصوصیت تھی

دکن کی خواتین کے لئے من پسند ساریز، شرارے اور کھڑے دوپٹے، بہترین کلر و ڈیزائن میں

زیبا ساریز

Specialist in
Fancy Work Sarees, sharara,
Khada Dupatta

Shop No. 17, Lower Ground,
Nabi Khana Complex, Patel Market,
Hyderabad 500 002 T.S.
e-mail:zebasarees17@gmail.com

پروپرائٹر: سہیل احمد

جناب سید حسین بخاری صاحب سعیدؔ
Cell No. 8019238521

بہ شان حضرت عمر فاروقؓ

انصاف کے جہاں میں حکومت عمرؓ کی ہے
امن و امان ہے جس میں ریاست عمرؓ کی ہے

تاریخ جو بنی ہے خلافت عمرؓ کی ہے
مکر و دغا سے پاک سیاست عمرؓ کی ہے

بعد از نبی خلیفۂ دوم ہیں آپؓ ہی
صدیقؓ دیں کے بعد خلافت عمرؓ کی ہے

ہوتے تھے جس میں اللہ کی مرضی سے فیصلے
مشہور دو جہاں میں عدالت عمرؓ کی ہے

اللہ کے نبی ﷺ کی دعا کام کرگئی
اسلام کو ملی جو حفاظت عمرؓ کی ہے

سرکار سے وہ ملتے ہی فاروق ہوگئے
سب مومنوں کے دل میں بھی الفت عمرؓ کی ہے

اتنا تو ہے سعیدؔ پہ اللہ کا کرم
اس کے بھی ذہن و دل میں عقیدت عمرؓ کی ہے

حج بیت اللہ تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے مکمل پاکی کا
بہترین نسخہ ہے

EXCEL ENTERPRISES
&
EXCEL AGENCIES
HAVELLS GALAXY

Sindhanur Road, Manvi - 584123

Distrubuters in :

- ☆ Havells all products
- ☆ LLOYD Air Conditioners
- ☆ LLOYD Refrigerators
- ☆ LLOYD Washing Machind
- ☆ LLOYD LED Television

Standard, Reo & all Crabtree switches

Reputed electricals and Electronics Brand Dealers

Saber Pasha
9845417842

Mohammad Asif
9845098734

ڈاکٹر سید شاہ مرتضیٰ علی صاحب

یاد پھر آنے لگا ہے سانحہ عثمانؓ کا

حضرت عمر فاروقؓ نے دوسرے خلیفہ رسول ﷺ کی حیثیت سے تقریباً 10 سال قصر خلافت کو آباد رکھا اور پھر 24 ہجری کے اوئل میں ایک غیر مسلم کے ہاتھوں شہید ہو کر واصل بحق ہوئے تو مسند خلاف پر متمکن ہو کر جنہوں نے تیسرے خلیفۂ رسول اللہ ﷺ کی شناخت کے ساتھ تقریباً بارہ سال امور خلاف کی گراں بار ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی نبھایا، وہی آج ہماری بزم خیال میں جلوہ آراء ہیں، وہ جنہیں دو ہجرتوں کی وجہ سے صاحب ہجرتین کہتے ہیں اور حضور ﷺ کی دو شہزادیوں حضرت بی بی رقیہؓ اور حضرت بی بی ام کلثومؓ سے یکے بعد دیگرے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے باعث ذوالنورین بھی کہتے ہیں۔ کامل الحیاء والایمان جن کا لقب ہے تو حضرت عثمان بن عفان جن کا اسم گرامی ہے، وہ جو عظیم عاشق وقاریٔ قرآن بھی ہیں اور امت کو ایک قرآن پر جمع کرنے والے جامع قرآن بھی، آپ ہی وہ حضرت عثمانؓ ہیں

وہ عثمان جنہوں نے دو دو بار اپنے لئے حضور ﷺ سے جنت کا مژدہ سنا، امت کے لئے اپنے مال سے کئی بار سہولتیں پہنچا کر رسول مقدس ﷺ کو راضی کیا۔ قرآن میں **سابقون الاولون** پڑھیں تو حضرت عثمانؓ یاد آئیں، **بیعت رضوان** کا مضمون پڑھیں تو حضرت عثمانؓ یاد آئیں، راہ خدا میں دریا دلی کے ساتھ مال خرچ کرنے کی بات ہو تو آیات قرآنی میں حضرت عثمانؓ کا جلوہ نظر آنے لگے۔ سورہ فتح کی آخری آیت پڑھیں تو **رحماء بینهم** میں حضرت عثمانؓ کی مثالی سیرت نمونہ بن کر ذہن وفکر میں سما جائے اور نظروں میں پھر جائے۔ وقار وتمکنت شرم وحیاء کا ذکر چھڑ جائے تو بھی حضرت عثمانؓ ہی کی صورت آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں حضرت عثمانؓ اور آپ کی شخصیت و نیز عظمت واہمیت کو سمجھا جائے۔ آپ کے بارہ سالہ دور خلافت کے نصف آخر یعنی بعد کے چھ سال کو فتنوں سے بھر دیا، حالانکہ ابتدائی چھ سالہ دور بیحد کامیاب رہا۔ بالآخر اُن نامساعد حالات میں مولاائے کائنات حیدر کرار سیدنا علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے خلیفہ سوم کی حفاظت کے لئے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو ان کے اپنے خالو جان کی حفاظت پر مامور کیا لیکن دنگائیوں نے خلافت اسلامی کی اس عظیم چادر کو تار تار کر دیا جس کو حضرات ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان غنیؓ اوڑھے ہوئے تھے۔ اس سانحہ کے بعد سے امت میں پھر کبھی ویسا اتفاق واتحاد نہیں ہوا۔ حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کے بارے میں کیا وہ ارشاد رسالتمآب ﷺ لوگوں کو یاد نہیں رہا کہ عثمانؓ کو آج کے بعد کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔ کیا یہ ارشاد رسالت مآب ﷺ بھی یاد دلانے کی ضرورت ہے کہ عثمانؓ کو میں نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیاں دی ہیں، اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں ایک کے بعد ایک انہیں دیتا جاتا۔

تذکرہ قرآن میں ہے جابجا عثمانؓ کا
کتنا اونچا حق نے رُتبہ کر دیا عثمانؓ کا

حضرت سید محمود یداللٰہی صاحب

دعوتِ غور و فکر

(قومی ادارہ جات اور دانشورانِ قوم اس مضمون پر غور کریں)

یہ امر مسلم ہے کہ قوموں کا عروج وارتقاء اور ان کی زندگی کا دار و مدار نظامِ اخلاق پر موقوف ہے۔لیکن کسی قوم میں اخلاقی صلاحتیں اس وقت تک پیدا نہیں ہوتیں جب تک کہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے جذبات نشو ونما اور خواہشاتِ نفس کو ان حدود وقیود کے تابع نہ کردے، جو نظامِ اخلاق کی بنیاد ہیں۔ ان حدود و قیود میں انسان کو وہ آزادی حاصل ہوتی ہے کہ جن کے اندر رہ کر وہ اپنی تمدنی ومعاشرتی زندگی کو استوار اور کامیاب بنا سکتا ہے تاوقتیکہ اس پابندی کا جذبہ کارفرما نہ ہو،کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی کیونکہ ارتقائے قومیت کا یہی وہ زینہ ہے جہاں پہنچ کر افراد اپنے اجتماعی اور انفرادی عمل کی واجبیت اور اس کی افادیت کو سمجھ سکتے ہیں۔ایثار وقربانی، محبت وخلوص اور استقامت وحوصلہ مندی کی صلاحتیں پیدا ہوتی ہیں جو تمدنی اور معاشرتی ترقی کی ضامن ہیں۔قوموں کے اخلاقی معیار کو جانچنے کے لئے یہی دیکھا جاتا ہے کہ ان میں جذبات وخیالات کو قوانینِ اخلاق کی حدود و قیود میں رکھنے کی کس قدر طاقت وقوت ہے۔ دورِ حاضر میں مثال کے طور پر انگریزوں اور امریکن اقوام کے قومی کردار کو دیکھئے اور اس سے اندازہ کیجئے کہ ان میں اپنے جذبات وخیالات کو اپنے قومی مفادات کے لئے اپنے قابو میں رکھنے کا کس قدر شدید ترین جذبہ موجود ہے اور اسی جذبہ نے اُن کی سیاست وتمدن کو اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچا دیا ہے۔

انفرادی نفع ونقصان کی وہاں کوئی اہمیت نہیں ، اجتماعی حیثیت سے ایثار وقربانی نے ان کو اتنا مضبوط واستوار بنا دیا ہے کہ وہ سخت سے سخت آزمائشوں کے سامنے ایک پتھر کی چٹان کی طرح ہر وقت سینہ سپر ہیں۔کوئی بنیادوں کو ہلا دینے والا طوفان بھی اُن پر اثر انداز نہیں ہوتا۔وہ وقت کی نزاکت کو جانتے ہیں، انقلاب وتغیرات کے اسباب کو پہچانتے ہیں اور اپنے مستحکم عقیدہ اور غیر متزلزل عزم وارادہ سے ہر مصیبت پر غالب آتے ہیں۔نظامِ اخلاق کیا ہے؟ نظام اخلاق اس حالت اور طاقت کا نام ہے جس سے انسان اپنے قوائے طبعی کے صحیح استعمال کے طور طریق سیکھتا ہے،اُن چیزوں سے واقفیت حاصل کرتا ہے جن کی عمل آوری سے وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں آسائش وراحت،خوشی ومسرت اور عزت ووقعت پا سکے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قوموں کے نظام اخلاق پر ان کی قومی روایاتِ ماضی کا

اثر غالب رہتا ہے۔ کیونکہ وہ نسل بعد نسل افراد میں منتقل ہوتا چلا آتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مختلف قوموں کے اخلاقی نظریات جدا جدا ہوتے ہیں۔ اگرچہ کہ اصول کی حد تک سب متفق و متحد ہیں۔ مثلاً عدل و انصاف، نیکی و بھلائی، خلوص و محبت، سچائی اور راستبازی کا مفہوم ہر فلسفۂ اخلاق میں ایک ہی ہے۔ روایات ماضی کا اثر نہ صرف قوموں کے نظامِ اخلاق تک محدود ہے بلکہ مذہب اور معتقدات میں بھی اس کا بڑا دخل ہے اور اس لئے اس اثر کو قوموں کی ترقی و تنزل میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ قوموں کے عروج و زوال پر اگر آپ گہری نظر ڈالیں تو محسوس کریں گے کہ ہر قوم کے تغیر و انقلاب میں ماضی کے اثرات کارفرما رہے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے آج کے سیاستداں اور قومی رہنما روایات ماضی کو نظرانداز کر کے ایک غیر روایتی جمہوری فضاء پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں وہ کہاں تک کامیاب ہوسکیں گے۔ لیکن اتنا تو واضح ہے کہ ماضی کی پوشاک کو اتار کر جدید لباس زیب تن کیا تو جاسکتا ہے مگر دلوں کی گہرائیوں میں جو جذبۂ تقلید روایات ماضی کے آثار میراث کی طرح منقوش موجود ہیں ان کو کہاں تک بآسانی مٹایا جاسکتا ہے۔ یہ ایک الگ موضوع ہے اور طوالت کا محتاج!

اس وقت یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے انحطاط و زوال کے کیا اسباب ہیں اور کیا ان کو دور کرنے کے لئے ان پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ یہ امر محتاجِ بیان نہیں کہ کسی قوم کو اس کے معراج کمال تک پہنچنے میں ایک طویل زمانہ درکار ہوتا ہے اور برخلاف اس کے انحطاط کی آخری منزل بہت ہی قلیل مدت میں آجاتی ہے کیونکہ نظامِ اخلاق روایات ماضی کی مدد سے بنتے بنتے ہی بنتے ہیں۔ اور اس کی ابتری بسرعت مگر غیر محسوس طور پر قصر مذلت میں گرادیتی ہے اور نتیجتاً خودغرضی کی نشوونما ہوتی ہے، ہمت و ارادہ میں پستی پیدا ہوجاتی ہے، ذاتی مفاد کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ فریب و دغا اور ریاکاری کے ذیالم فروغ پاتے ہیں اور اس طرح صدیوں میں بنی ہوئی اخلاقیات کی عمارت دیکھتے ہی دیکھتے نیست و نابود ہوجاتی ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے، اور نظامی اخلاق میں کیوں ابتری پیدا ہوجاتی ہے۔ کیا زمانے کے انقلابات اس کے ذمہ دار ہیں یا اس کی ذمہ داری خود افراد جماعت پر عائد ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قوموں کے عروج و زوال میں زمانے کے اثرات کو دخل رہا ہے۔ زمانے نے ہی قوموں کو بنایا بھی ہے اور بگاڑا بھی، واقعات حیرت انگیز کے ظہور اور تغیرات و انقلابات کے رو میں زمانے کی جادوگری کا ہاتھ ہے۔ زمانہ ہی کے اثرات جماعتوں میں قوتِ فکر و عمل پیدا کرتے ہیں اور مٹاتے بھی

ہیں، انہی سے نشو ونما بھی ہے اور ضعف و اضمحلال بھی، بہار بھی انہی کی پیداور ہے اور خزاں بھی۔ اور کہیں کہیں تو ایسی بھی تباہی دیکھی گئی ہے کہ دنیا میں جماعت کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا۔ باوجود اس کے کہ تغیرات و انقلابات زمانہ کی کی گردش کے نتائج ہیں۔ کسی جماعت کو اپنے فرض منصبی سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ رفتار زمانہ پر کڑی نظر رکھے۔ ہمت و بلند نظری سے کام لے، زمانے کی نبض کو پہچانے اور اپنے آپ کو اس ماحول سے وابستہ کرنے کی کوشش کرے اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی سعی کرے جس کی رو ہر ایک پر اثر انداز ہے۔ تاکہ جماعت اپنے اس مقام کو بالکلیہ نہ کھودے جس کو اس نے ایک مدت مدید میں حاصل کیا تھا۔ بہتر زمانے کے خوش آئند نظام تکیہ نہیں کیا جاسکتا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ کل اس سے بدتر زمانہ نہیں آئے گا؟ دنیا اعلم اسباب ہے اور حیات انسانی کے لئے فکر و عمل کی ضرورت ہے اور ایسے فکر و عمل کی جو تخریب سے بچا کر تعمیر کی طرف لے جائے۔

اس وقت قوم مہدویہ دو قسم کے بحران سے دوچار ہے۔ ایک معاشی بحران، دوسرا مذہبی بحران۔ معاشی بحران اگرچہ کہ زمانے کا پیدا کردہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہمارے گذشتہ افکار و اعمال کو بھی اس میں بہت کچھ دخل رہا ہے۔ ہم مدتوں سوتے رہے اور خوش آئند خوابوں میں زندگی گذاری۔ کبھی زمانے کی رفتار کو بہ نظر غائر نہیں دیکھا۔ کبھی ہم نے یہ نہیں سوچا کہ کل انقلاب کی صورت میں ہمارا کیا حشر ہوگا! اس دورِ امن و امان میں بھی جہاں انسانیت مطمئن تھی، جہاں لوٹ مار کے اندیشوں سے راتوں کی نیندیں حرام نہ ہوتی تھیں، جہاں عزت و ناموس کا خطرہ دامنگیر نہ تھا، جہاں پر زندگی پرسکون، محفوظ و مامون نظر آتی تھی، وہاں آپ نے اپنی زندگی کے لئے کچھ نہ کیا تو اب آنسو بہانے سے کیا حاصل۔ آج دورِ رفتہ کا ماتم کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس دور کے ساتھ اس کی آسائشیں ختم ہوگئیں، اب طفل تسلیاں درد کا درمان نہیں بن سکتیں۔ جدو جہد سعی و کوشش کے بغیر آج انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر سمجھدار انسان غور کرے کہ اس موجودہ بحران سے نکلنے کے کیا طریقے ہوسکتے ہیں۔

جس طرح آج میں سوچ رہا ہوں اور آپ کے سامنے ایک مختصر لائحہ عمل پیش کر رہا ہوں۔ اسی طرح آپ کو بھی دعوتِ فکر دیتا ہوں کہ آپ بھی اپنے لمحات فرصت میں اپنی جماعت کے معاشی مسائل پر غور کریں اور کسی مفید نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش فرمائیں۔ اب وقت باقی نہیں رہا کہ آپ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں۔ اور غربت و احتیاج کو قسمت پر چھوڑ دیں۔ اٹھیئے اپنے آپ پر بھروسہ کیجئے اور عملی دنیا میں

انتہائی رکاوٹوں کے باوجود نئے زاویۂ نظر سے زمانے کے بدلے ہوئے حالات کو پیش نظر رکھ کر بقائے حیات کے لئے تعمیری مقاصد کی طرف قدم بڑھائیے۔ اللہ آپ کی مدد کرے گا۔ **السعی منی والا تمام من اللّٰہ تعالیٰ**

آج یہ ایک حقیقت ہے کہ ملک کے تبدیل شدہ حالات نے ہر مقام پر قوم مہدویہ کی ایک کثیر آبادی کو کسی نہ کسی وجہ سے بے روزگار بنا دیا ہے۔ حیدرآباد کی مہدویہ آبادی ہو یا میسور کی۔ سورت، بھروچ، ڈبھوئی کی ہو یا بڑودہ کی، پالن پور کی ہو یا جے پور کی جدھر بھی نظر اٹھا کر دیکھئے اسی معاشی بحران کا تسلط نظر آئے گا۔ گرانی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے، ضروریاتِ زندگی کا فراہم کرنا دشوار ہے۔ روپیہ کی قیمت گر گئی ہے ٹیکسوں سے افلاس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ غذائی صورت حال انتہائی تشویشناک ہے، چور بازار گرم ہے اور روپیہ سے ہر چیز مل سکتی ہے لیکن حصول قوتِ لا یموت کے لئے گرہ میں دام نہیں۔ پھر آخر غریب انسان زندہ رہے تو کیونکر! ان تمام پریشانیوں کے باوجود بھی اس کا احساس نہیں ہے کہ زمانہ کدھر جا رہا ہے اور ہوا کا رُخ کدھر ہے۔ زمانہ کی ناسازگاری کا رونا تو ہر زبان پر ہے لیکن محنت سے عاری اور مشقت سے بے نیاز، اب بھی آس لگائے بیٹھے ہیں کہ دیکھئے پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ یہ شعر بیسیوں مرتبہ آپ کی محفلوں میں مجلسوں میں مکتوبات میں، مضامین میں، وردِ زبان وقلم رہ چکا ہے لیکن شرمندۂ عمل نہیں ہو سکا۔

اب نہ باپ کی میراث کام آسکتی ہے اور نہ بزرگوں کا اندوختہ، محنت کشی کا زمانہ ہے، دست و بازو کو حرکت میں لانے کا وقت ہے، روپیہ کی ضرورت اور روپیہ پیدا کرنے کی خواہش ہر انسان میں فطرۃً ودیعت ہے لیکن روپیہ کبھی آسمان سے نہیں برستا۔ اس کو پیدا کرنے کے لئے جدوجہد کی ضرورت ہے۔ لیکن آج کل انفرادی محنت سے وہ نتائج برآمد نہیں ہوتے جو اجتماعی محنت سے ہوتے ہیں، جس کے لئے محنت کی تقسیم ضروری ہے۔ محنت کی تقسیم سے مراد یہ ہے کہ ایک چیز کے بنانے میں یا ایک کاروبار کے چلانے میں جس قدر مختلف کام کرنے پڑتے ہیں وہ مختلف آدمیوں کی محنت سے انجام پائیں۔ ایک چیز کی تکمیل میں ایک شخص کا زیادہ وقت اور محنت صرف ہوتی ہے اور اسی چیز کے مختلف حصوں کو مختلف لوگوں کے سپرد کر دیا جائے تو وہ کام نسبتۂ جلد اور زیادہ منفعت بخش ہوتا ہے۔ مثلاً ایک کرسی بنانے میں اگر ایک شخص اس کا فریم تیار کرے، ایک بیت بیت بافی کرے اور ایک رنگ و پالش کرے تو مشترکہ محنت سے بہت کم وقت میں زیادہ کرسیاں تیار ہو سکتی ہیں، ورنہ ایک آدمی اسی مدت میں اس کا عشر عشیر بھی تیار نہیں کر سکتا۔

تقسیم محنت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ زیادہ آدمی باعتبار محنت اس کی اجرت سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ قومی آبادیوں کا ایسا طبقہ جس کی گذر اوقات محض گھریلو اور دستی صنعتوں پر مبنی تھی آج پراگندہ ہو کر نانِ شبینہ کا محتاج ہے اور دربدر مارا مارا پھر رہا ہے۔ ان حالات سے متاثر ہو کر اگر ہر مقام کے ذی حس ہمدردانِ قوم امداد باہمی کے اصول پر مشترکہ سرمایہ سے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر حسبِ استطاعت و موقع ایسے ادارہ جات قائم کریں جن سے ہر قسم کے تجارتی کاروبار کے علاوہ یا ساتھ ساتھ پارچہ بانی اور دیگر گھریلو صنعتوں کو جاری کیا جا سکے تو اس سے بڑی حد تک معاشی پستی دور ہو سکے گی اور اس سے نہ صرف بے یار و مددگار مفلس و غریب بے خانماں و بے سہارا افراد کی دستگیری ہو سکے گی۔ بلکہ شرکاء اور وہ بھی بلحاظ سرمایہ اپنی لگائی ہوئی رقم سے معقول منافع پا سکیں گے۔ ان حضرات کو بھی اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے جن کے پاس ابھی کچھ دولت ہے اور جو آنے والے زمانے کی دست برد سے اپنی دولت کو نہ بچا سکیں گے۔ چاہے وہ اس وقت کتنے ہی خوش آئند خواب دیکھ رہے ہوں۔ وہ زمانے کے حالات کا صحیح اندازہ کریں اور اپنے بھائیوں کی بقائے حیات کے لئے اپنے سرمایہ سے بھی ایسے ادارہ جات کے قیام میں مدد دیں تو اس سے نہ صرف ثوابِ دارین حاصل ہوگا بلکہ ان کو ان کی آئندہ زیست کے وسائل بھی مل جائیں گے ورنہ وہ کل ان رؤسا اور جاگیرداروں کی طرح دیوانہ وار کفِ افسوس ملتے پھریں گے جنہوں نے صرف اپنے مفاد کی خاطر اپنے اغراض و مقاصد اور اپنے عیش و عشرت کے لئے ہزاروں کو تباہ و برباد کر کے لوٹ گھسوٹ کو اپنا ذریعۂ معاش بنایا تھا اور کبھی افادیتِ عامہ میں جائز طور پر ایک حبّۂ سیاہ بھی صرف نہیں کیا۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**

امدادِ باہمی کے ایسے ادارہ جات کا مقصد تجارتی کاروبار کی تنظیم اور گھریلو صنعتی کارخانہ جات کی تشکیل ہو اور ان اداروں کے خالص منافع کی تقسیم ایسے اصول کی تابع رہے کہ جس سے قوم کی روایتی انفرادیت باقی رہے۔ مثلاً اس کا دسواں حصہ جس کو عرف عام میں عشر کہتے ہیں قومی افراد کی تعلیمی سماجی اور معاشی ضروریات کی کفیل ہو اور مفادِ ملت کے لئے مختص ہو۔ منافع کا پندرہ فیصد حصہ نفع و نقصان کے لئے محفوظ رہے اور باقی رقم منافع بلحاظ حصص شرکاء میں تقسیم ہو۔ یہ ایک سرسری خاکہ ہے۔ اگر آپ کوئی ادارہ قائم کرنا چاہیں تو اس کی تشکیل کے لئے اگر ضرورت ہو تو مشورہ حاصل کریں۔ اصول امدادِ باہمی کے تحت ایسے ادارہ جات کے کیا قواعد و ضوابط ہیں معلوم کر کے قائم کرنے کی کوشش کریں۔ OOO

جناب سید اسمٰعیل ذبیح اللہ صاحب ذبیحؔ

شرک گناہ کبیرہ ہے

انسان کی تخلیق رب العالمین نے خالص اپنی عبادت کے لئے کی ہے۔ انسانوں کی پیدائش کا مقصد عبادت خدا ہے۔ انسان کی پیدائش، بچپن، جوانی اور پھر بڑھاپے کی منزلیں جن میں انسان نیکیاں بھی کرتا ہے اس سے گناہ بھی سرزد ہوتے ہیں، غفلت بھی ہوتی ہے کوتاہیاں بھی سرزد ہو جاتی ہیں۔ مگر نظام پروردگار یہ ہے کہ اگر انسان نیکی کی نیت بھی کرتا ہے تو وہ اجر وثواب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ جبکہ رب ذوالجلال نے نیکی کرنے کا صلہ تو بہت ہی بڑا مقرر کر دیا ہے۔ حالانکہ جب تک انسان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہو جاتا اس وقت تک نہ تو وہ سزا کا مرتکب ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے اعمال نامہ میں گناہ درج ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود کسی غلطی اور انجانے میں بھی کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو اس کے لئے بھی معافی کی حد ہے بشرطیکہ دوبارہ وہ گناہ کی طرف پیش قدمی نہ کرے۔ بچپن میں اگر کوئی گناہ سرزد ہو جاتے ہیں تو انہیں نادانی کم عقلی سمجھ جائیگا مگر جوانی اور بڑھاپے میں اگر انسان سے گناہ سرزد ہوتے ہیں تو یقیناً وہ ندامت اور اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کا موجب بن جائیگا۔ مگر کچھ گناہ ایسے بھی ہیں جنھیں ''گناہ کبیرہ'' کہا جاتا ہے جس کی معافی ہرگز نہیں ہے اور دنیا وآخرت دونوں میں اس کا انجام بہت ہی برا ہے۔ دیکھنے میں تو یہ ایسے گناہ ہیں جس کو انسان چھوٹا تصور کرتا ہے مگر اس یہ ہمیں انسان کو واصل جہنم کر سکتے ہیں اور ہمیشہ کو ان گناہ سے پناہ مانگتے رہنے اور ان سے بچتے رہنا کی ضرورت ہے۔ ساری انسانیت کے لئے سب سے بڑا گناہ اللہ کی ذات میں کسی کو شریک کرنا ہے۔ ایمان کا بنیادی جز یہی ہے کہ ہم اللہ کو ایک جانیں، اس بات کو دل وجان سے تسلیم کریں کے پرروردگار عالم ہی عبادت کے لائق، جسکی ذات اقدس واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور جس کا نہ کوئی ہمسر ہے اور سرور دو عالم ﷺ خاتم النبین ہیں اور سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام خلیفۃ اللہ ہیں۔ پروردگار عالم نے اپنے حبیب ﷺ پر وحی کے ذریعہ آسمانی کتاب قرآن مجید فرقانہ حمید نازل فرمائی اور اپنے اس مقدس کلام کے ذریعہ جو ساری انسانیت کے لئے مشل راہ ہے بار ہا یہ ارشاد فرمادیا ہے کہ اللہ کی ذات میں شرک گناہ کبیر ہے اور اس کی کوئی معافی نہیں ہے۔ یوں تو اللہ تعالی نے بے شمار آیات کریمہ اس باب میں نازل فرمائی ہیں۔ پروردگار عالم ارشاد فرماتے ہیں ''اِنَّ اللّٰہَ لَا

يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ''۔ بے شک اللہ تعالی اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے علاوہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے''۔ اس آیات کریمہ کی تلاوت کے بعد معلوم یہ ہوا ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک سب سے بڑا گناہ جس کی بخشش نہیں ہے وہ اللہ کی ذات میں کسی کو شریک کرنا ہے۔ قارئین حضرات جب اللہ تعالی نے تاکید فرمائی ہے اور اللہ تعالی واضح انداز میں اپنے بندوں کو حکم دے رہے ہیں کہ شرک سے گریز کریں تو یہ ساری انسانیت کے لئے پیغام ہے بالخصوص ان کے لئے اہم ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے پابند ہے اور عہد لیا ہے۔ میرا اشارہ واضح ہے۔ اللہ تعالی کی مخلوقات میں انسان کو اشرف بنایا گیا ہے اور سارے انسانوں میں اللہ تعالی کے پاس اپنی حبیب ﷺ کی امت بھی پسندیدہ مخلوق مقرر ہے۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کے احکامات' اللہ تعالی کا قانون اور اللہ تعالی کی شرعیت چودہ سو سال قبل رسول مقبول ﷺ نے اپنی امت کے سامنے پیش کی ہے اس پر ٹھیک اسی طرح آج ہم عمل پیرا ہیں جس طرح کا حکم رب العالمین نے کتاب مقدس قرآن مجید کے ذریعہ ہم تک پہنچائی ہے۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے شرک کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے اور یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کی معافی ہرگز نہیں ہے۔ خواہ کوئی بھی امتی کتنی بھی عبادت کرلے' روزہ رکھ لے' قیام اللیل میں اپنی ساری زندگی گذار دے مگر اس نے شرک جیسا گناہ کیا ہے تو اس کی ہرگز معافی نہیں ہے۔ اللہ کی ذات میں کسی اور چیز کو شریک کرتا ہے تو اس کی ساری عبادتیں' ریاضتیں' بے کار جانے والی ہیں۔ دنیا میں جہاں اس کو ذلت ملے گی وہیں آخرت میں بھی وہ جہنم کا حقدار بن جائیگا۔ ایک متفق علیہ حدیث کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا'' کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات کہی۔ صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے عرض کیا کیوں نہیں ائے اللہ کے رسول ﷺ! تو آپؐ نے فرمایا'' اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا'' آپ ﷺ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے' پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: خبردار! اور جھوٹی بات (کہنا) آپ ﷺ اس بات کو بار بار دہراتے رہے حتی کہ ہم نے کہا کہ کاش آپؐ خاموش ہو جائیں''۔ شرک تمام کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ ہماری (قوم مہدوی کی) خوش نصیبی یہ ہے کہ حضور سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کو اللہ تعالی نے بس اسی کام کے لئے مبعوث فرمایا کہ وہ شرک و بدعت کے بادلوں کو انسانیت کے چہرے سے صاف کردیں۔ جس وقت امامنا مہدی موعود علیہ السلام کی ولادت باسعادت عمل میں ائی

اس وقت نہ صرف ریاست جونپور بلکہ دنیا بھر کے مسلمان شرک وبدعت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گھیرے ہوئے تھے۔ دین اور اسلام کے نام پر جو کچھ بھی ہو رہا تھا نہ تو اسلام تھا اور نہ ہی شریعت محمدی ﷺ کا وہ حصہ تھا۔ اللہ تعالی کی یہ عظیم سنت رہی ہے جب کبھی کرہ ارض پر دین کے نام پر شرک وبدعت میں اضافہ ہوجاتا تب اللہ تعالی نبیوں اور رسولوں کے شکل میں اپنا نائب زمین پر بھیجتا اور تمام انسانوں کی رہنمائی اور رہبری کا انتظام کرتا۔ آدم صفی اللہ علیہ السلام سے لے کر خاتم النبین ﷺ تک جتنے انبیا اور رسول دنیا میں بھیجے گئے ان تمام نے توحید ہی کی دعوت دی اور ساری انسانیت کو سمجھانے کی کوشش کی کہ پروردگار عالم کی ذات واحد ہے وہی عبادت کے لائق ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے' نہ تو اس کو نیند ہے او رنہ ہی اونگ ہے۔ نہ تو وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی کسی کا باپ ہے۔ اللہ وہ ہے جس کی ایک کُنْ سے کائنات کی تخلیق عمل میں آئی ہے اور اسی کے کُنْ سے کائنات ختم بھی ہوجائیگی۔ دعوت توحید پر جس قوم نے بھی لبیک کہا وہ اللہ کی رحمت پانے والوں میں شامل ہوگئے اور جس کسی نے اس دعوت سے انکار کیا انہیں اللہ تعالی نے جہنم کا ایندھن بنادیا۔ باری تعالی قرآن مجید کی سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 72 میں ارشاد فرماتے ہیں اِنَّهُ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ. "بے شک جو اللہ تعالی کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالی نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے"۔ اس آیت کریمہ اور ترجمہ کی تلاوت کرنے کے بعد ہمیں غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم جانے انجانے میں غفلت اور کوتاہی اور معلومات کی کمی کے سبب کہیں ایسے گناہ کے مرتکب تو نہیں ہو رہے ہیں جو ہماری دنیا اور آخرت دونوں خراب کرسکتے ہیں۔ کیا ہم اللہ کی ذات میں کسی کو انجانے میں شریک تو نہیں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالی نے انسان کی تخلیق کا مقصد بھی بیان کردیا ہے۔ اللہ تعالی انسان کو خالص اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ ویسے تو بے شمار فرشتے ہیں جو دن رات اللہ کی عبادت میں مصروف ہیں' ذکر الہی میں مشغول ہیں اس کے باوجود انسان کی تخلیق عمل میں لائی تاکہ احکامات الہی پر عمل پیرا انسان کو دنیا اور آخرت دونوں مقامات پر شاندار انعامات سے نوازے۔

ہم مہدویوں کو تعلیمات جو ملی ہیں وہ قرآن اور راتباع رسول مقبول ﷺ کی روشنی میں امامنا مہدی موعود علیہ السلام نے دی ہے ان میں سب سے اہم تعلیم اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کو کارساز ہرگز نہیں سمجھنا ہے' اسی کی عبادت میں صبح شام خود کو مصروف رکھنا ہے اور جہاں کہیں پر بھی رہیں پرورگادر عالم کی

یادرہنے کا درس ہمیں دیا گیا ہے۔نمک کی حاجت بھی اللہ سے پوری کرنے کی تعلیم دنیا کی کسی قوم کو نہیں ملی سوائے مہدویوں کے۔مہدویت دراصل نوح علیہ السلام کا وہ سفینہ ہے جس میں سوار ہونا' دنیا کی ساری برائیوں سے نجات کا واحد ذریعہ ہے۔لہذا ہم پر یہ ذمہ داری بڑی ہے کہ ہم کوئی ایسا کام ہرگز نہیں کریں جو شریعت کے عین خلاف ہے اور کوئی ایسا کام ہرگز نہ کریں جو تعلیمات امامنا علیہ السلام کی خلاف ورزی ہے۔اللہ تعالی سورۃ لقمان کی آیت نمبر 13 میں ارشاد فرماتے ہیں **اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلم'' عَظِیم''**۔ ترجمہ ''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے''۔قارئین یہ بات سمجھ لیں کہ سرکار دوعالم ﷺ سے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد محض اٹھ سو سالوں میں جو دین اسلام کا حال کر دیا گیا تھا' جو دین اسلام حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کے لئے چھوڑا تھا' اس کی ہیت ہی بدل کر رکھ دی گئی تھی۔خانقاہی نظام عام ہو گیا تھا۔بیجا رسومات دین اسلام کا حصہ بن گئے تھے اور جو شریعت سرکار دوعالم ﷺ نے پیش کی تھی اس کو بدل کر رکھ دیا گیا تھا۔تب ہی اللہ تعالی نے دین اسلام کی پاسبانی' پیغام توحید فروانی کے لئے 14 جمادی الاول 847ہجری کو شہر جونپور میں آفتاب ولایتؑ کو جلوہ افروز کیا۔ہم مہدوی وہ ہیں جنھیں شرک و بدعت سے محفوظ رہنے کے لئے معصوم عن الخطاء حضور مہدی موعود علیہ السلام نے خصوصی تعلیم دی ہے۔جس میں شرک جلی کے علاوہ شرک خفی کی اہم تعلیم شامل ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ روزمرے کی ہماری زندگی کا ہم جائزہ لیں اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ کیا ہم سے کوئی گناہ سرزد ہو رہا ہے وہ بھی ایسا گناہ جس کی معافی نہیں ہے کیا ہم کوئی ایسا کام تو نہیں کر رہے ہیں جو شرک و بدعت کا عمل ہو۔قارئین حضرات اگر شرک و بدعت کیا ہے۔شرک کس کو کہتے ہیں' بدعت کیا ہے اسکی تفصیلات میں جاؤں گا تو یقیناً مضمون طویل ہو جائیگا۔اختصار سے کام لیتے ہوئے یہی کہنا چاہوں گا۔سوائے اللہ کے کوئی ایسی ذات نہیں ہے جو انسان کو فائدہ پہنچائے اور نہ ہی کوئی ایسی ذات ہے جو نقصان پہنچا سکتی ہے۔تمام چیزیں منجانب اللہ ہوتی ہیں' اسی پر توکل کرنا ہے اسی بات پر یقین رکھنا ہے کہ جو معاملات ہماری زندگی میں رونما ہو رہے ہیں وہ تمام کے تمام معاملات حکم الٰہی سے ہی ہیں۔آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ ہم کو شرک جلی و خفی سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا کرئے اللہ ہم تمام کو نیک راہ پر چلنے' اسوہ رسولؐ و مہدیؑ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔امین یارب العالمین۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا زرِ سالانہ ادا کرنے کا؟

مدیر

قابل قدر کاوشیں و تحفظ حظیرہ
بہ نگرانی حضرت سید عالم میاں صاحب

اس دور میں ''تحفظ'' ضروری ہے چاہے اپنے مال و دولت کا ہو، جائیداد کا ہو، رشتوں کا ہو۔ ان سب سے بڑھ کر ایمان و عقیدہ کے ساتھ قومی ورثہ کا تحفظ ضروری ہے۔ اس کے لئے اگر جان بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو بھی کم ہے۔ تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ آپسی اتحاد و اتفاق ہو۔ جان و مال قربان کرنے کا جذبہ ہو، وقت کو بھی قربان کرنے سے گریز نہ ہونا چاہیئے۔ یہ زندہ قوموں کی نشانیاں ہیں۔

یہ حقیقت ہے اور تاریخ بتلاتی ہے کہ ہم نے بہت ساری زمینیں جو دائرہ اور حظیروں سے وابستہ تھیں اس کو کھو دیا۔ ہندوستان کے ہر حصہ میں یہ عمل ہوا ہے، وہ حضرات جو یہ مضمون پڑھ رہے ہیں، آپ اپنے مقام کے اطراف کا جائزہ لیجئے اس کا آسانی پتہ چل جائے گا کہ ہم نے کتنا کھویا ہے۔ باقی جو کچھ بچ چکا ہے اس کا تحفظ ضروری ہے۔ ہندوستان میں مسلمان جس حالات سے گزر رہے ہیں سب پر عیاں ہے۔ لہذا اولین وقت میں تحفظ کے لئے جو ضروری ہے وہ حاصل کر کے، اپنے مال و دولت، جائیداد، قومی ورثہ کا تحفظ کریں۔ یہ قومی اداروں، علماؤں کے ساتھ افراد قوم کا بھی کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ کام کرنے کی توفیق دے اور کامیاب عطا کرے (آمین)

حیدرآباد میں اس وقت جو مقامات نہایت گراں قدر ہیں ان میں ایک نیک نام پور کا علاقہ ابراہیم باغ بھی ہے۔ جہاں حضرت بندگی میاں سید روح اللہ علیہ الرحمہ، حضرت سید محمود مہدوی اور حضرت میاں عالم خان انصاری مہدوی مدفن ہیں۔ یہ وہ بزرگانِ دین ہیں جو اپنے دور میں عبادت و ریاضت، ذکر و فکر سے روحانی فضاء قائم کر کے متلاشیانِ حق و صداقت کو راہِ ہدایت کے ساتھ فیض پہنچاتے رہے۔ اس دائرہ سے وابستہ 125 ایکڑ زمین تھی اب صرف 13 ایکڑ قبضہ میں ہے۔

حضرت سید حسین میراں صاحبؒ اپنی آخری سانس تک اس کے تحفظ اور قومی ورثہ کی حفاظت کے لئے دامے، درمے، سخنے خدمات انجام دی ہیں۔ اپنے رفقاء کار کے مشورہ سے مہدویہ وقف پراپرٹیس پروٹیکشن بورڈ قائم کئے۔ الحمد للہ جانشین حضرت سید عالم میاں صاحب اس کارِ خیر میں اپنے رفقائے کار

کے ساتھ کافی وقت دیتے ہوئے اس فریضہ کو بہ حسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ قانونی کاروائی بھی ہورہی ہے۔اوقاف بورڈ سے مسلسل رابطے میں ہیں۔اس نفسانفسی کے دور میں حضرت اوران کے رفقاء جو جہد مسلسل کرر ہے ہیں وہ نہ صرف قابل قدر ہے بلکہ قابل تقلید بھی ہے۔حظیرہ کی نگہداشت اور صفائی کے لئے ہر اتوار کو اپنے رفقائے کار کے ساتھ جانا اور خدمت انجام دینا یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ یہ ایک تاریخی کام ہے۔قوم اس جذبہ کو فراموش نہیں کرسکتی۔ اللہ کے حضور دعا ہے کہ ان کی خدمات کو قبول فرما کر فضل وکرم فرمائے (آمین) آج وقت کی ضرورت ہے کہ ہم قومی ورثہ کا تحفظ ونگہداشت کریں۔ یہ مقامی اداروں، انجمنوں اور متعلقہ متولیوں کا کام ہے۔انشاءاللہ تعالیٰ آپسی اتحاد واتفاق سے یہ کام بخوبی انجام دیا جاسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

بسلسلہ صفحہ نمبر 33.................................

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حج کے موقع سے حضرت عمر بن خطابؓ ہمارے پاس تشریف لائے، ضیافت کے لئے صفوان بن امیہ نے کھانا تیار کرایا، چار آدمی مل کر کھانے کا بڑا تھالا لائے اور لوگوں کے بیچ رکھ دیئے۔لوگوں نے کھانا شروع کیا، جب کہ خادمین کھڑے رہے، حضرت عمرؓ نے جب انہیں دیکھا تو میز بانوں سے پوچھا کہ تمہارے خادمین تمہارے ساتھ کیوں نہیں کھاتے ؟ کیا تم انہیں نظر انداز کرتے ہو؟ سفیان بن عبداللہ نے کہا کہ ایسی بات نہیں ہے، ہم بس اپنے آپ کو ان پر ترجیح دیتے ہیں (یعنی ہم پہلے کھا لیتے ہیں اور وہ بعد میں کھاتے ہیں) حضرت عمرؓ اس پر بہت غصہ ہوئے اور فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ اپنے خادموں پر اپنے آپ کو ترجیح دیتے ہیں !!! پھر خادموں سے فرمایا کہ آؤ بیٹھو اور تم بھی ساتھ میں کھاؤ۔حضرت عمرؓ ناراضگی کی وجہ سے کھانا نہیں کھائے (مناقب عمرؓ لابن الجوزی: ۱۷۷)

حضرت عمرؓ کے دور خلافت کے یہ واقعات ہمیں بتاتے ہیں کہ اس دور میں گرچہ مساوات، آزادی اور عوامی جمہوریت کے نعرے نہیں تھے، مگر اس دور میں سماجی انصاف اور انسانی مساوات کی جن بلند اقدار کا عملاً وجود تھا آج کی ترقی یافتہ دنیا بھی ان بلند اقدار کو زمینی حقیقت میں تبدیل نہ کرسکی اور جس قوم کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر خدا کی بندگی کی طرف لائے اور انسانی مساوات کا نہ صرف پیغام سنائے بلکہ سماج میں اسے برت کر دکھائے، آج وہ قوم شمع اغیار کا پروانہ اور دریوزہ گر آتش بیگانہ ہے۔

قومی خبریں

ہفتہ واری محفل ادارۂ تنظیم مہدویہ: ادارہ کے زیر اہتمام ہر اتوار کو بعد نماز ظہر 2 تا 3 بجے دن مسجد حضرت حافظ سید داؤد میاں صاحب چنچل گوڑہ میں دینی محفل کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ 27/اپریل کی دینی محفل کو صدر ادارہ حضرت محمد نعمت اللہ خان صوفی، نائب صدر ادارہ ڈاکٹر مجاہد اللہ خان، جناب سرور علی خان صاحب نے مخاطب کیا۔ 4/مئی کی محفل کو صدر ادارہ اور جناب سید نعمت نصیر نے مخاطب کیا۔ 11/مئی اور 18 مئی کی محفل کو صدر ادارہ، نائب صدر ادارہ اور جناب سید بشیر بخاری نے مخاطب کیا۔ شعراء کرام حضرت سید خواجہ معین الدین امیر نصرتی، حضرت سید حسین بخاری سعیدؔ جناب سید عبدالشکور شاداب، حضرت محمد صمدانی، جناب سید یوسف علی اسد نے منظوم نذرانۂ عقیدت پیش فرمایا۔

بزم توفیق: بزم کے زیر اہتمام ہر ماہ کی آخری اتوار کو بعد نماز مغرب تا عشاء مسجد حضرت حافظ داؤد میاں صاحب، چنچل گوڑہ میں مشاعرہ منعقد ہوتا ہے۔ 27/اپریل کو غیر طرحی منقبتی مشاعرہ بحضور حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ منعقد ہوا۔ جس کی نگرانی حضرت محمد نعمت اللہ خان صوفی نے کی۔ شعراء کرام حضرت مقصود علی خان، حضرت سید خواجہ معین الدین امیر نصرتی، حضرت سید حسین بخاری سعیدؔ، جناب سید رضا جمیل رضاؔ، جناب سید اسمٰعیل ذبیح اللہ ذبیحؔ، جناب سید یوسف تجمل خوندمیری فانیؔ، جناب محمد عبدالقادر شاہد، جناب سید نظام الدین نظامؔ، جناب سید یوسف علی اسدؔ اور حضرت محمد صمدانی نے کلام پیش کیا۔ جناب سید عبدالشکور شادابؔ نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔

منقبتی مشاعرہ: چن پٹن میں طرحی منقبتی مشاعرہ بحضور حضرت بندگیمیاں شاہ نعمتؓ وحضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ 10 و 11/مئی کو منعقد ہوا۔ جس کی نگرانی حضرت مولانا سید میرانجی عابد خوندمیری صاحب نے فرمائی۔ اس مشاعرہ میں مقامی شعراء کے علاوہ حیدرآباد کے شعراء کرام میں حضرت مولانا سید نفیس اطہر خوندمیری صاحب، جناب سید اسمٰعیل ذبیح اللہ صاحب ذبیحؔ اور جناب شبیر علی خان شبیرؔ نے شرکت فرمائی۔ جناب سہیل نظامی نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔

باغ اسلام کو تر و تازہ اور گلستان کرنے کے لئے نگہبان باغ اسلام میں قربانی کا جذبہ ہونا ضروری ہے۔ آیئے اس جذبہ کو پروان چڑھائیں

محمد اسمعیل میاچنگ سنٹر
پٹیل مارکٹ، مدینہ بلڈنگ، حیدرآباد

سدرا کلکشن
Sidra Collection
S. No. 46, Mukarramjahi Market, Lad Bazar, Hyd.
Tel: 24414186 66713461
Website:www.sidracollections.com
Car parking facility available

Dilkash دلکش
Designer
Suits & Sarees
Exclusive in :
Wedding Sarees, Suits & Dress Material
Roshan Complex, H.No. 20-4-215/10, Mohammedi Masjid, Julu Khana, Lad Bazar, Hyderabad - 2 T.S.
Phone 66444482, Cell No. 9494885050

Muntaha منتہیٰ
21-1-1131, Opp Bata Showroom, Pathergatti, Hyd -2
Ph. 040-64607555 & 8121448722
All Major Credit Card Accepted
Lift Facility available